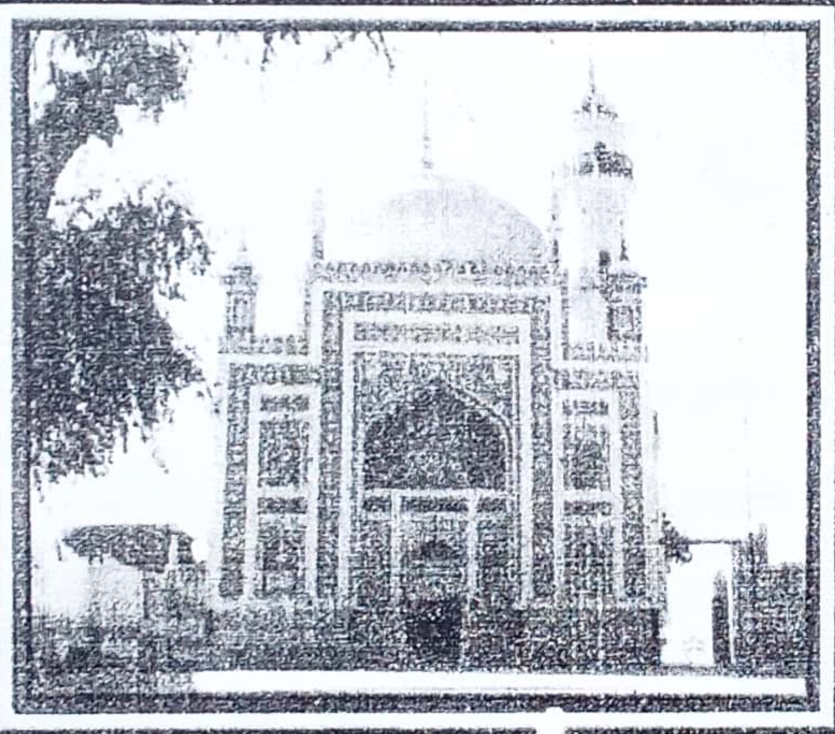
آئینہ اولیاء

تذکرۂ بزرگان لواری شریف



مینجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گُل

آئینہء اولیاء

مُترجم:

شیخ طریقت، عالی مرتبت ، فیض درجت

حضرت پیر فیض محمّد نقشبندی مجدّدی قدس سرہ'

آٹھویں سجادہ نشین درگاہِ عَالیہ لواری شریف

اردو ترجمہ:

ممتاز مرزا

ناشر:

مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف

کتاب	آئینۂ اولیاء (اردو ترجمہ)
سرورق تصویر	درگاہ عالیہ لواری شریف ضلع بدین (سندھ)
اشاعت اول	۱۹۸۹ء
اشاعت دوم	۷ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۸ مارچ ۲۰۰۶ء
	عرس مبارک حضرت محمد حسن مہاجر مدنی قدس سرہٗ
تعداد	پانچ سو
مطبع	لیزر انٹر پرائز اردو بازار کراچی

ملنے کا پتہ

۱۔ مرکزی آفس جماعت لواری شریف
اسلام قلب ۔ ۶۷ چیسٹ نٹ اسٹریٹ، گارڈن ایسٹ، کراچی

۲۔ درگاہ عالیہ لواری شریف
ڈاکخانہ لواری شریف، ضلع بدین (سندھ)

۳۔ درگاہ شریف قاضی احمد
ڈاک خانہ قاضی احمد، ضلع نواب شاہ (سندھ)

شجرۂ طریقت نقشبندیہ مجدّدیہ لواری شریف

امام ربّانی مُجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرھندیؒ

حضرت خواجہ محمد سعیدؒ

حضرت خواجہ عبدالاحدؒ

حضرت خواجہ محمد حنیفؒ

حضرت خواجہ محمد ذکیؒ

حضرت خواجہ ابو المساکین محمد قدس سرہٗ

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ

حضرت خواجہ گل محمد قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد حسن قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ

حضرت خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ

حضرت خواجہ گل حسن قدس سرہٗ

حضرت پیر حاجی فیض محمد قدس سرہٗ

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی

موجودہ سجادہ نشین

درگاہ عالیہ لواری شریف

حضرت قاضی حاجی احمدؒ

حضرت حاجی شاہ حسینؒ

حضرت سید امام علی شاہؒ

حضرت میر صادق علی شاہؒ

حضرت امیر الدین کوٹلویؒ

حضرت شیر محمد شرقپوریؒ

فہرست مضامین

پیش لفظ

زیر نظر کتاب ''آئینہ اولیاء'' میں ان کاملین کے مختصر حالاتِ حیات طیبہ مندرج ہیں جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بزرگان درگاہ عالیہ لواری شریف (ضلع بدین) کے مریدین اور معتقدین میں سے ہیں۔ درگاہ لواری شریف کے بانی مبانی حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ تھے۔ جن کی ولادت باسعادت ۱۱۲۵ھ اور وصال ۱۱۸۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار لواری شریف میں بدین سے تقریباً ۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے ''مکتوبات'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ شریعت پر استوار ہے۔ اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں (قدس سرہم) نے بخلاف دوسرے سلاسل کے اپنے طلباء کی سیر عالم امر سے شروع کی ہے۔ اسی واسطے یہ طریقہ عالیہ سب طریقوں میں اقرب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ بعینہٖ صحابہ کبیرؓ کا طریقہ ہے کیونکہ سیّدالمرسلین ﷺ کی پہلی صحبت میں انتہا کی ابتداء، کامل اولیاء کو انتہا میں بھی حاصل ہونا مشکل ہے''۔

واضح رہے کہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ پہلے مرحوم ممتاز مرزا نے کیا تھا۔ بعد ازاں حضرت قبلہ پیر محمد صادق مدظلہ، سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف، نے اسے دوبارہ شایع کرنے کا حکم فرمایا۔ جس کی وجہ کتاب میں کچھ غلطیوں کی درستگی تھی، کچھ اضافہ ناگزیر تھا۔ جسے اب درست کرلیا گیا ہے۔ یقین کامل ہے کہ مہربان مولا تمام قارئین کو بوسیلہ و طفیل بزرگان کے اپنے پیاروں کی پیروی نصیب کرے۔ اور طریقہ عالیہ پر سدا قائم رکھے۔ آمین۔

محمد آدم اسحاقانی

جنرل سیکریٹری، مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف

ابتدائیہ

نقشبندی مسلک کے بانی حضرت بہاؤالدین محمد بن احمد البخاری (۷۱۷۔۷۹۱ھ/۱۳۱۷۔۱۳۸۹ء) تھے۔ آپ کا لقب نقشبند اس لیے ہوا کہ آپ اپنے اَن پڑھ مریدوں کو لفظ ''اللہ'' لکھ کر دیتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ اس پر غور کرو، اور پڑھے لکھے مریدوں سے فرماتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے ''اللہ'' کا نام لکھو، آنکھ سے اس نقش کو دیکھو اور دل میں اس ذات ذوالجلال کا خیال رکھو جو سب کی مرادیں پوری کرنے والا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں نقشبند مسلک کی ابتداء امام ربانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ (۹۷۰۔۱۰۳۲ھ/۱۵۶۲۔۱۶۲۵ء) سے ہوئی۔ آپ بہت کامل اور متشرع عالم تھے۔ آپ کی اولاد میں حضرت خواجہ محمد ذکیؒ (بن خواجہ محمد حنیف بن خواجہ عبدالاحد بن خواجہ محمد سعید خازن الرحمتہ بن امام ربانیؒ) سے سندھ کے جید عالم حضرت خواجہ ابوالمساکین شیخ محمد قدس سرہٗ بن شیخ محمد اشرف نے درس حاصل کیا۔ آپ کے جدِّ اعلیٰ مخدوم آدم ٹھٹوی (م ۱۰۶۶ھ) نے حضرت امام ربانی کے نامور فرزند حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم سرہندیؒ (۱۰۰۷ھ/۱۰۷۹ھ) سے فیض حاصل کیا اور سندھ میں نقشبندیہ مسلک کی بنیاد رکھی۔ اس طرح سندھ میں طریقتِ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے فیوض کا سلسلہ براہِ راست حضرت امام ربانیؒ کے عرفان وافکار کی روشنی میں پروان چڑھا، اور ان تمام بزرگان میں سے درگاہِ عالیہ لواری شریف کے بانی حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہ کے فیضان نظر سے سندھ میں طریقت عالیہ نقشبندیہ کی مستحکم بنیاد پڑی اور سندھ سے باہر آپ کے خلفاء میں سے حضرت مخدوم الاولیاء حضرت قاضی حاجی احمدؒ کی وساطت سے مشرقی پنجاب کے حضرت خواجہ حاجی شاہ حسینؒ نے اس سلسلے کو عروج بخشا اور ان سے یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

آئینہء اولیاء

آئینۂ اولیاء بنیادی طور پر فارسی زبان کی تصنیف ہے جو کہ قلمی صورت میں تھی؛ اس کے مصنف کون ہیں، یہ مسئلہ ابھی تحقیق طلب ہے، لیکن یہ کتاب حضرت غوثِ عالم خواجہ محمد زمان ثانی قدس سرہٗ کے دور میں لکھی گئی تھی۔ سندھی میں یہ تصنیف ۱۹۷۴ء میں انتظامیہ جماعت درگاہ لواری شریف کی جانب سے شائع کی گئی۔ اب اس تصنیف کا اردو ترجمہ دادا بھائی فاؤنڈیشن کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے۔

دادا بھائی فاؤنڈیشن اس سے پہلے سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ کے مقولات پر مبنی کتاب ''مقولاتِ تصوف'' اور آپ کے ''سندھی ابیات'' کے ترجمے شائع کر چکا ہے جنہیں ملک کے طول و عرض میں علمی اور ادبی حلقوں میں بہت سراہا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی اس سلسلے کی کڑی ہے۔

ممتاز مرزا

حضرت خواجہ
ابوالمساکین قدس سرہٗ

آپ کا نام نامی ''محمد'' تھا' آپ خواجہ محمد اشرف (۱) کے فرزند تھے اور حضرت مخدوم آدم (۲) کے پوتے تھے۔ آپ کی انگوٹھی پر یہ مہر کندہ تھی۔

''محمد اشرف از اولاد آدم''

(یعنی مخدوم آدم کی اولاد میں سے محمد سب سے اعلیٰ و اشرف ہے)

آپ انتہائی رحمدل اور مہربان طبیعت کے مالک تھے' اسی وجہ سے اہل عرب آپ کو ''ابوالمساکین'' کی کنیت سے یاد کرتے تھے۔ مسکینوں کو ہر روز پارچاجات سے نوازتے تھے۔ آپ کے ظاہری پیر طریقت شیخ ابوالقاسمؒ (۳) تھے' لیکن باطنی طور پر آپ نے اپنے

---

(۱) خواجہ محمد اشرف بن آدمؒ اپنے والد کی وفات (۱۰۶۶ھ) کے بعد' صاحب ارشاد ہوئے۔

(۲) مخدوم آدم ٹھٹوی عرف مخدوم آدو سندھ کی پہلی شخصیت ہیں' جنہوں نے یہاں نقشبندی مسلک کی بنیاد رکھی۔ آپ نے حضرت امام احمد مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نامور فرزند حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم سرہندی (ولادت ۱۰ شوال سنہ ۱۰۰۷ھ' وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ) سے فیض حاصل کیا' ور اِن ہی کے حکم پر آپ نے ٹھٹہ میں آکر اپنی خانقاہ قائم کی۔ بڑی کامل ہستی اور شخصیت کے مالک تھے۔ اور سندھ میں نقشبندی مسلک کے صاحب کمال بزرگ ہو گزرے ہیں۔ آپ کا سنہ وصال ۱۰۶۶ھ ہے اور آپ ٹھٹہ کے تاریخی قبرستان میں مدفون ہیں۔

(۳) حضرت ابوالقاسمؒ' ملقب ''نور الحق'' صاحب نقشبندی بن درس ابراہیم نزیل' ٹھٹہ' کلام پاک کے حفظ کے بعد ظاہری علوم سے فارغ ہوکر ٹھٹہ کے مشہور عارف کامل مخدوم آدم کی صحبت میں تصوف کی منزلیں طے کرنے لگے۔ ابتدا میں آپ کے والد' درس ابراہیم' بقول تحفۃ الکرام' شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کے عقیدت مند تھے۔ لیکن مخدوم آدم کی صحبت ---

بقیہ اگلے صفحے پر

جداعلیٰ سے ''اویسی طریقے'' (۴) کے مطابق فیض حاصل کیا۔ ایک دن مخدوم آدمؒ نے شیخ

بقیہ پچھلے صفحے سے۔۔۔ میں حضرت ابوالقاسمؒ نقشبندی مسلک سے رجوع ہوئے۔ مخدوم آدم نے آپ کی قابلیت و استعداد دیکھ کر انہیں حکم دیا کہ وہ باقی منزلیں جا کر شاہ سیف الدین (ولادت ۱۰۴۹ھ، وفات ۱۹ جمادی الثانی ۱۰۹۵ھ) بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت میں مکمل کریں۔ ابوالقاسمؒ سندھ سے سرہند پہنچے۔ شاہ سیف الدینؒ آپ کے علم و فضل کی وجہ سے آپ پر بہت مہربان ہوئے اور ظاہری خواہ باطنی طور پر آپ کو مزید علم و فضل سے نوازا۔ اس کے بعد آپ ایک مرتبہ پھر ٹھٹھہ آئے، اور پھر وقتاً فوقتاً سندھ سے سرہند جاتے رہے۔ آخری بار شاہ سیف الدینؒ نے آپ کو حکم دیا کہ سندھ میں جا کر نقشبندی مسلک کی تبلیغ کریں۔ مخدوم ابوالقاسمؒ اپنی باطنی اور روحانی قوت سے بے خبر تھے، اس لئے عرض کی کہ، ''حضرت میں ایک مسکین انسان ہوں میری کون سنے گا''۔ اس پر شاہ سیف الدینؒ نے فرمایا کہ، ''یہ سامنے ایک پتھر پڑا ہوا ہے، اس پر توجہ کرو''۔ ابھی توجہ کی نظر ہی کی تھی کہ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق اس پتھر سے پانی ابلنے لگا۔ اس پر ارشاد ہوا کہ، ''تم میں اتنی مخفی طاقت ہے، پھر دیر کس بات کی ہے''۔ اس کے بعد مخدوم ابوالقاسمؒ واپس ٹھٹھہ پہنچے۔ آپ کے علم و فضل، کا شہرہ اس انداز میں ہوا کہ ٹھٹھہ کے علماء و فضلاء آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ کے فیض کی شہرت برصغیر تک پہنچی۔ دہلی کے ایک امیر محمد صدیق آپ کی خدمت میں رہے اور ٹھٹھہ میں ہی وفات پائی۔ سورت اور احمد آباد میں آپ کے خلفاء تھے۔ اس دور میں، سلوک کی تکمیل کیلئے اگر کوئی سرہند جاتا تو اسے حکم ملتا تھا کہ ابوالقاسمؒ سے رجوع کرو۔ مخدوم ابوالقاسمؒ کی کرامات اور فیض کی حکایات کو سندھ کے جید عالم علامہ مخدوم معین ٹھٹوی بن مخدوم محمد امین بن مخدوم طالب اللہ لاکھادل (المتوفی ۱۱۶۱ھ) نے ایک علیحدہ رسالہ میں جمع کیا ہے۔ آپ نے ۷ شعبان ۱۱۳۸ھ میں رحلت فرمائی۔ کوہ مکلی پر آپ کے مزار کی لوح پر یہ شعر کندہ ہے۔

سال وصال او ہاتف بفرمود
ابوالقاسم سراسر نور حق بود

۱۱۳۸ھ

(۴) حضرت اویس قرنیؓ جو یمن کے قرن قبیلے سے تھے ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحے پر

ابوالقاسمؒ سے فرمایا کہ "میری اولاد میں سے ایک ایسا مرد پیدا ہوگا جو نام خواہ اوصاف کے لحاظ سے حضرت پیغمبرؐ سے مشابہہ ہوگا۔ اس کی پرورش بھی حضور کریم ﷺ کی طرح یتیمی کے عالم میں ہوگی اور زمانے کے قطب ہوں گے۔ ان کی ظاہری خواہ باطنی تربیت آپ کے ذمہ ہے۔ آپ کو ہی ان کی کامل رہنمائی کرنی ہے۔"

جب حضرت (خواجہ) محمد قدس سرہ' کی ولادت ہوئی تو آپ کے والد ماجد (خواجہ محمد اشرف) رحلت کر چکے تھے۔ شیخ ابوالقاسمؒ نے (اپنے مرشد کی) وصیت کے مطابق اپنے مرشدزادے کی ظاہری خواہ باطنی تربیت احسن طور پر کی۔ اور اپنی صاحبزادی آپ کے نکاح میں دے کر شرف اعزازت حاصل کیا اور وفات کے وقت اپنی امامت بھی آپ کے سپرد کی۔

خواجہ محمد قدس سرہ' کی خواجہ محمد ذکی سرہندیؒ (۵) سے پہلی ملاقات ٹھٹہ (۶) اور دوسری ملاقات سرہند میں ہوئی۔ ان ملاقاتوں کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

بقیہ پچھلے صفحے سے۔۔۔ اور وہ حضور کریم ﷺ کو دیکھے بغیر ہی آپ پر ایمان لائے تھے۔ چنانچہ ان کے طریقے پر چلنے والے فقیر کو "اویسی" کہا جاتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ درویش یا طالب جو ظاہری مرشد لئے بغیر راہ ہدایت اختیار کرے۔

(۵) خواجہ محمد ذکی اللہ بن خواجہ محمد حنیف بن خواجہ عبدالاحد بن خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد الف ثانی قدّس سرھم۔

(۶) صوبہ سندھ کے حیدرآباد ڈویژن کا ایک قدیم ترین شہر۔ اس شہر کی بنیاد کب رکھی گئیں، اس پر مورخین اور محققین ابھی تک متفقہ رائے پر قائم نہیں ہوئے ہیں۔ پاکستان کے نامور محقق اور مورخ و دانشور ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی رائے میں "اس شہر کی قدامت ملتان کے برابر ہے۔" اس ضمن میں آپ نے ایک قدیم لوک شعر کا حوالہ دیا ہے' شعر ہے۔

جڈ ٹھٹے تھے ٹھاہ کیو' اڈیو تھے ملتان.

سو سھیلیس سان' موں مٹی کھنئی متھے تے.

(یعنی جب ٹھٹہ کی بنیادیں رکھی جا رہی تھیں' اور ملتان کی ۔۔۔بقیہ اگلے صفحے پر

جب خواجہ محمد ذکیؒ ٹھٹہ پہنچے تو بہت سے لوگ آپ سے ملاقات کیلئے آئے۔ آپ

بقیہ پچھلے صفحے سے۔۔۔ تعمیر ہو رہی تھی' (اس وقت) میں نے اپنی سو سہیلیوں کے ساتھ' خود اپنے سر پر مٹی اٹھائی تھی)۔ تحریری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد ہی' سن ۶۷۱ھ سے بہت پہلے رکھی گئیں' اور اس شہر کے حسن و سرسبزی کی دھوم ہندوستان میں پہنچی' اور ہندوستان کے بڑے شاعر امیر خسرو (۶۵۱ھ - ۷۲۵ھ /۱۲۵۵ء - ۱۳۲۵ء) نے ۱۶ یا ۱۹ سال کی عمر میں اس شہر کے متعلق فارسی میں ایک شعر کہا کہ ؎

سرو چو تو دراج و در تتہ نباشد
گل مثل رخ خوب تو البتہ نباشد

شہر ٹھٹہ چودھویں صدی سے اٹھارویں صدی عیسوی کے درمیانی عرصے تک سندھ کا ایک انتہائی اہم تاریخی شہر تھا' اور برصغیر کا بہت بڑا تجارتی مرکز تھا۔ ملتان' لاہور' آگرے اور احمد آباد سے ٹھٹہ کے تجارتی روابط تھے۔ سیاسی لحاظ سے سومرہ' سمہ' ارغون' ترخان' مغل اور کلہوڑا حکمرانوں کا دار الخلافہ رہا۔ مذھبیات' علم لغات و سیاسیات کے لحاظ سے یہ شہر مشہور تھا۔ اور یہاں تقریباً چھوٹی بڑی ملا کر چار سو کے قریب درسگاہیں تھیں۔ جن میں سے کچھ جامعات کی سطح کی تھیں اور کچھ کالج کی سطح پر' جن میں ہزاروں نوجوان تعلیم و تربیت پاتے تھے۔ چونکہ یہ شہر دریائے سندھ پر آباد تھا اور وہ ہی اس شہر کے عروج و زوال کا موجب بنا۔ فارسی کے ایک شاعر مطہر شاہ قاری جو دہلی کے سلطان فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ء - ۱۳۸۸ء) کے دربار سے متعلق تھا کہتے ہیں ؎

تتہ کہ آن جزیرہ بلا دیست پر کھف
دریایش یک طرف شد و پنج آب یک طرف

دریائے سندھ نے اپنا رخ تبدیل کیا تو یہ شہر تباہی و بربادی کی طرف مائل ہوا۔ ۱۸۵۱ء سے ٹھٹہ کا زوال شروع ہوا اور ۲۸۰۰۰۰ شہریوں کا یہ شہر ختم ہو کر ۵۰۰۰ نفوس پر رہ گیا۔ تاریخی آثار کا یہ شہر اس وقت ضلعی ہیڈ کوارٹر ہے۔ تاریخی کینجھر اور ھالیجی جھیلیں اس ضلعے میں ہیں۔ مکلی کے گورستان میں ہزاروں علماء دین' امیر الامرا' بادشاہ اور جری انسان مدفون ہیں۔ جو ماضی کے اس تاریخی شہر کی عظمت رفتہ کی علامتیں ہیں۔

نے ان سے حضرت ابوالمساکین قدس سرہٗ کے متعلق پوچھا کہ "یہ نوجوان کون ہیں"۔ لوگوں نے آپ کا تعارف شیخ ابوالقاسمؒ کے فرزند شیخ ابراہیم (۷) کے توسط سے کرایا کہ "وہ ان کے بھائی ہیں"۔ خواجہ ذکیؒ نے جواباً فرمایا کہ "نہ تو وہ کسی کے بھائی ہیں اور نہ ہی انہیں کسی دوسرے حوالے سے متعارف کرانے کی ضرورت ہے"۔ پھر آپ نے خواجہ محمد قدس سرہٗ کو دعوت دے کر بلوایا اور بڑی محبت سے اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا، "ہمیں آپ سے کام ہے اور واپس جاتے ہوئے ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے"۔ اتفاقاً واپسی میں آپ کا گزر ٹھٹہ کی بجائے سورت بندر سے ہوا۔ وہاں سے آپ نے شیخ محمد قدس سرہٗ کو ایک خط لکھا کہ "خدا تعالیٰ کی منع کی ہوئی اشیاء میں بھلائی ہوتی ہے"، یعنی "اس میں بھی کوئی نیکی یا اچھائی ہے کہ ہم یہاں رک گئے ہیں۔ یہاں سے ہم سرہند (۸) جائیں گے، آپ بھی وہاں پہنچ جائیں"۔ آپ (خواجہ محمد قدس سرہٗ) بڑے شوق سے سرہند پہنچے لیکن خواجہ محمد ذکیؒ سورت اور بڑودہ کے لوگوں کے اصرار پر

---

(۷) شیخ محمد ابراہیم بن مخدوم ابوالقاسم نقشبندیؒ اپنے والد محترم کے انتہائی لائق اور معتبر فرزند تھے، لیکن مخدوم ابوالقاسم نقشبندی قدس سرہٗ نے اپنی خلافت اور ارشاد کی اجازت اپنے فرزند کے بجائے، خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ کے حوالے کی۔ اس ضمن میں سندھی زبان کے مشہور محقق اور عالم شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوٹہ لکھتے ہیں کہ، "جب شیخ ابوالقاسم وفات کرنے والے تھے، اس وقت شیخ کے مریدوں کی مرضی تھی کہ وہ اپنی امانت اپنے فرزند شیخ ابراہیمؒ کے سپرد کریں۔ لیکن شیخ ابوالقاسمؒ نے اس بات کو قبول نہیں کیا، اور بار بار شیخ ابوالمساکین کے متعلق پوچھتے رہے، جو اس وقت کسی کام کی وجہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ وفات کے وقت شیخ ابوالقاسمؒ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ، "جب خواجہ ابوالمساکین واپس آئیں تو اسے میری قبر پر لے آنا"۔ خواجہ صاحب جب واپس آئے تو اپنے مرشد کے مزار پر گئے، جہاں انہیں روحانی امانت ملی۔

(۸) برصغیر پاک و ہند کا قدیم شہر جو آج کل بھارت کے صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ عہد قدیم میں یہ شہر ضلع ستلج کا صدر مقام تھا۔ ہیون سانگ (چینی سیاح) بھی اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کے ارد گرد سونا دستیاب ہوتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ سرہند کے شمال کی ۔۔۔بقیہ اگلے صفحے پر

ایک سال تک وہیں مقیم رہے۔ ایک سال کے بعد جب آپ سرہند پہنچے تو خواجہ محمد قدس سرہٗ کو عبادت اور ریاضت میں مصروف پایا' جس پر آپ بے حد خوش ہوئے اور انہیں بیش بہا نوازشات سے مالامال فرمایا' یہاں تک کہ آپ نے انہیں ارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

اس کے بعد' حضرت خواجہ المساکین قدس سرہٗ' خواجہ محمد ذکیؒ کے ارشاد پر دہلی میں خواجہ محمد زبیرؒ (۹) کی خدمت میں پہنچے۔

بقیہ پچھلے صفحے سے ---- پہاڑیوں میں دریائے ستلج کے جو چھوٹے چھوٹے معاون بہتے ہیں ان کی ریت میں اب بھی سونا ملتا ہے۔ ہندی میں "سہ" شیر کو کہتے ہیں اور "رند" کے معنی جنگل ہیں۔ اس علاقے میں مُوسلادھار بارش ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ آبادی سے پہلے یہاں جنگل ہوں' جن میں شیر اور دیگر وحشی جانور رہتے ہوں۔ شاید اسی بناء پر اس شہر کا نام "سہرند" پڑ گیا۔ سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کے زمانے میں سرہند پنجاب کا مشہور قصبہ تھا۔ اور چونکہ ہندوؤں اور غزنویوں کے ممالک کے درمیان یہ سرحد کا کام دیتا تھا اور اس سے آگے ہند شروع ہوتا تھا اس لئے اس کا نام سرہند (=ہند کا سر) مشہور ہو گیا۔ مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاریؒ (۱۳۰۸ء-۱۳۸۲ء) سلطان فیروز شاہ تغلق کے مرشد تھے۔ ان کے حکم پر سلطان فیروز نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کروایا جس کی بنیاد سنہ ۱۳۵۸ء میں رکھی گئی۔ جدید شہر کے مکانات پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں۔ برسات کے موسم میں اسے "چوآ" نامی پہاڑی نالہ گھیرے رہتا ہے' جو ایک پل کے نیچے سے گزرتا ہے۔ پرانے شہر کے کھنڈروں اور نئے شہر کے درمیان فاصلہ اب آبادی کے پھیلاؤ کے باعث ختم ہو گیا ہے۔ آثار قدیمہ میں ایک خوبصورت عمارت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م ۱۶۲۳ء) کا مقبرہ ہے' جو شاہجہاں کے عہد میں بنا تھا۔ ان کا عرس ہر سال ۲۷ صفر کو منعقد ہوتا ہے۔ اور اسی مبارک ہستی نے اس شہر کو دوامی شہرت سے ہمکنار کر دیا ہے۔

(۹) حضرت خواجہ محمد زبیرؒ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ' قطب الارشاد اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کا اسم گرامی محمد زبیر اور کنیت ابوالبرکات ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ ابوالعلی اور دادا کا نام حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبندی تھا۔ اور انہیں کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ آپکا سنہ ولادت ۱۰۹۳ھ ہے۔ اور وفات ۴ ذی الحج سنہ ۱۱۵۲ھ ہے۔ اور مادہ تاریخ وفات ہے۔ مشتاق محمد زبیر۔ سنہ ۱۱۵۲ھ

حضرت خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ

حضرت خواجہ زبیرؒ، خواجہ ابوالعلیٰؒ (۱۰) کے فرزند اور حجۃ اللہ نقشبندیؒ (۱۱) کے پوتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی تمام اولاد میں سے ممتاز تھے اور دہلی میں رشد و ہدایت کی مسند پر جلوہ افروز تھے۔ آپ کا مقام و مرتبہ اس رُتبے کا تھا کہ شاہان وقت بھی خود چل کر آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ ایک دن خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ آپ کی خدمت میں تشریف فرما تھے کہ خانقاہ کے قریب سے بادشاہ وقت کی سواری کا گزر ہوا۔ آس پاس کے لوگ خانقاہ کی دیوار پر چڑھ کر شاہی سواری کا نظارہ کرنے لگے۔ خانقاہ میں موجود درویشوں کے دلوں میں بھی شاہی سواری دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ درویشوں کی دلی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے آپ (خواجہ محمد زبیرؒ) نے فرمایا کہ ''جو شاہی سواری کا نظارہ کرنا چاہے وہ جا کر کرلے''۔ خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ کے علاوہ تمام درویش مجلس سے اٹھ گئے۔ حضرت خواجہ زبیرؒ نے آپ کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ،

---

(۱۰) حضرت ابوالعلیٰ بن حضرت قیوم ثالث خواجہ محمد نقشبند بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ سنہ ۱۰۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے مقبرے میں مدفون ہیں۔ حضرت ثالث خواجہ محمد نقشبندی خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند تھے۔ بروز جمعہ ۷ رمضان المبارک سنہ ۱۰۳۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۰۷۹ھ کو مسند ارشاد پر جلوس فرمایا۔ آپ نے پینتیس سال مسند ارشاد پر رونق افروز رہ کر بروز جمعہ ۲۹ محرم الحرام سنہ ۱۱۱۴ھ میں سرہند میں وصال فرمایا۔ آپ کو سرہند کے اس مکان میں جو آپ کی ملکیت تھا اور فتح باغ کے قریب تھا، دفن کیا گیا۔ اور مرقد مبارک پر نہایت عمدہ مقبرہ تعمیر کروایا گیا، جس میں آپ کے علاوہ آپ کے فرزند، محمد عمر، بیٹی اور زوجہ بھی مدفون ہیں۔

(۱۱) آپ کا اسم گرامی حجۃ اللہ اور لقب نقشبندی تھا۔ خرقہ خلافت اپنے والد شیخ محمد معصوم سے پایا۔ علوم ظاہری و باطنی میں یکتا تھے اور فقر و زہد و تقویٰ میں انتہائی مضبوط اور ثابت قدم تھے۔ آپ کا مزار سرہند شریف میں ہے۔

""آپ سندھ (۱۲) کے رہنے والے ہیں' اس سے پہلے آپ نے بادشاہ کی سواری نہیں دیکھی ہوگی' اس لئے اگر خواہش ہو تو آپ بھی جا کر دیکھ لیں"۔ خواجہ محمد قدس سرہ' نے جواب میں فرمایا کہ، ""میں جس بادشاہ کے پاس آیا ہوں اور جس کی خدمت میں بیٹھا ہوا ہوں' اس کے علاوہ کسی دوسرے کو دیکھنے کی خواہش یا آرزو نہیں ہے"۔ خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ، ""آپ میرے اس جواب پر اتنے خوش ہوئے اور میرے حال پر ایسی توجہ فرمائی کہ اگر میں بارہ سال تک عبادت و ریاضت کرتا رہتا تو بھی شیخ کی معرفت کی نظر سے اس مرتبے و مقام کو حاصل نہ کر پاتا"۔ پھر مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا۔

وقت کے مشائخ اور زمانے کے عالم حضرت خواجہ ابوالمساکین قدس سرہ' کی طرف رجوع ہونے لگے۔ آپ کی بزرگی کا شہرہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلنے لگا۔ دہلی کے بادشاہ نے آپ سے غائبانہ عقیدت رکھتے ہوئے' اپنا ایک معتمد عملدار آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کی کہ، ""لنگر خانے کیلئے روزانہ دس روپے قبول فرمائے جائیں"۔ آپ نے یہ خط لے کر ایک جگہ رکھ دیا' اور اپنے قلبی استغنا کے باعث آخر تک اس خط کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

آپ کا لنگر خانہ شاہانہ انداز سے چلتا تھا' جس میں تمام درویشوں کیلئے طرح طرح کے طعام تیار ہوتے تھے۔ آپ ہمیشہ شاہانہ لباس زیب تن کرتے تھے اور ہر ہفتے نئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ پہلے کے استعمال شدہ کپڑے فقیروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

---

(۱۲) پاکستان کا جنوب مشرقی صوبہ، جو دریائے سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ ہے۔ اور یہ دریا اس کی رگ حیات ہے۔ اس دریا کے قدیم نام "سندھو" سے لفظ "سندھ" ماخوذ ہے۔ تمدنی اور تہذیبی اعتبار سے یہ علاقہ' کوٹ ڈیجی (ضلع خیرپور) موئن جو دڑو (ضلع لاڑکانہ) آمری (ضلع دادو) کی قدیم تہذیبوں کا مرکز ہے جو آج سے پانچ ہزار سال قبل کی ہیں۔ یہاں کی اکثریت کی زبان سندھی ہے۔ علمی اور ادبی اعتبار سے اس سرزمین نے بہت بڑے نامور عالم و فاضل' محقق و مورخ اور شاعر و ادیب پیدا کیے۔ بزرگان دین کا یہ اعجاز ہے کہ یہاں کے لوگوں نے اسلامی اقدار کو براہ راست قبول کیا اور اسے اپنے دل کی سچائی سے تسلیم کیا۔

روایت ہے کہ خواجہ صاحب اکثر"مکاتیب ومعارف مجددی"(۱۳) مطالعہ فرماتے رہتے

---

(۱۳) حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی معرکۃ الآرا تصنیف جو فارسی زبان میں ہے،البتہ چند مکتوب عربی میں بھی ہیں۔ ان مکاتیب کی تعداد پانچ سو چھتیس (۵۳۶) ہے۔ ہر مکتوب گویا ایک مستقل رسالہ ہے۔ یہ مکتوبات آپ نے اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ، خلفاء حضرات،مریدین اور اراکین سلطنت کو وقتاًفوقتاً تحریر فرمائے۔ یہ مکاتیب تین دفتروں پر مشتمل ہیں،جن کی تفصیل یہ ہے۔

(الف) دفتر اول۔ اس میں تین سو تیرہ (۳۱۳) مکتوبات ہیں،اس دفتر کو آپ کے اسماء پر آپ کے خلیفہ مولانا یار محمد جدید بدخشیؒ نے ۱۰۲۵ھ میں مرتب فرمایا۔ اس دفتر کا تاریخی نام"دار المعرفت" ہے۔ (ب) دفتر دوم۔ اس دفتر کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الحئی حصاری شادمانیؒ نے خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے ارشاد پر ۱۰۲۸ھ میں مرتب فرمایا۔ اس دفتر کو"نور الخلائق" کے تاریخی نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ (ج) دفتر سوم۔ اس دفتر کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا ہاشم کشمی نے ۱۰۳۱ھ میں،حضرت موصوف کی خدمت میں رہ کر مرتب فرمایا۔

اس دفتر میں ۱۱۴ مکتوبات ہیں،اور اس کا تاریخی نام"معرفت الحقائق" رکھا گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی دوسری تصنیفات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) اثبات النبوۃ۔ (عربی) غالباً آپ کی پہلی تصنیف ہے جو ۹۹۰ھ یا ۹۹۱ھ میں آگرے کے قیام کے دوران مرتب ہوئی۔ (ب) رد روافض (فارسی)۔ (ج) رسالہ تہلیلیہ۔ (عربی) یہ علمی اور تحقیقی نوعیت کا رسالہ ہے جو آپ نے ۱۰۱۰ھ میں مرتب فرمایا۔

(د) شرح رباعیات۔ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی رباعیات کی شرح ہے جو آپ نے غالباً ۱۰۱۳ھ میں تحریر فرمائی۔

(ھ) مبداءو معاد۔ (فارسی) یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے معارف وعلوم پر مشتمل ہے جو آپ کے خلیفہ مولانا محمد صدیق کشمی نے ۱۰۱۹ھ میں مرتب کیا۔

(و) مکاشفات عینیہ۔ یہ مجموعہ حضرت مجدد الف ثانی کے ایسے مسودات پر مشتمل ہے جو آپ کے خلفاء نے اپنے پاس محفوظ کر لئے تھے،جنہیں آپ کے خلیفہ مولانا محمد ہاشم کشمی نے ۱۰۵۱ھ میں مرتب کیا۔

تھے۔ مولوی محمد ہاشم (۱۴) کو گمان ہوا کہ یہ کوئی تعویذات کی کتاب ہے، جس کے ذریعے آپ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔ لہٰذا وہ کوشش کرنے لگے کہ کسی بہانے سے اس کتاب کو حاصل کیا جائے۔ اور اس کتاب میں درج شدہ کسی عمل پر دسترس حاصل کر کے اپنے کھوئے ہوئے اعزاز کو حاصل کر سکے۔ بعد میں اس نے کسی شخص کے ذریعے آپ سے یہ کتاب مستعار لی۔ حضرت خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ کو جب مولوی محمد ہاشم کے اس ارادے کا علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم نے یہ کتاب انہیں بخش دی، بیشک اس کے پاس رہے''۔ سبحان اللہ! ہدایت تو قادر مطلق کے ہی بس میں ہے۔ (حالانکہ) مولوی نے کبھی بھی خواجہ قدس سرہٗ کی طرف حق و انصاف کی نظر سے نہیں دیکھا۔

(کتابوں میں) لکھا ہوا ہے کہ جب خواجہ قدس سرہٗ نے مکہ معظمہ کے سفر میں عجلت کا اظہار کیا تو کچھ رفیقوں نے آپ کی اس جلدی کے اسباب معلوم کیے۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ ''نور محمد عباسی (۱۵) ہم سے عقیدت رکھتا ہے، اس پر کوئی مصیبت نازل ہونے

---

(۱۴) مولوی محمد ہاشم ٹھٹوی، جنم ۱۰ ربیع الاول ۱۱۰۴ھ، وفات ۶ رجب ۱۱۷۴ھ، مکلی کے قبرستان میں دفن ہیں۔ ان کی بہت سی تصنیفات، عربی، فارسی اور سندھی میں موجود ہیں، آپ کا مزار حضرت ابو القاسم نقشبندی کے مزار (مکلی ٹھٹہ) کے قدموں کی جانب موجود ہے۔

(۱۵) میاں نور محمد کلہوڑا ابن میاں یار محمد کلہوڑا ۱۱ محرم الحرام ۱۱۳۲ھ / ۱۳ نومبر ۱۷۱۹ء کو سندھ کے فرمانرواہ بنے۔ انتظامی لحاظ سے میاں یار محمد اعلیٰ شخصیت تھے۔ گو کہ ان کا دور حکومت سندھ میں افراتفری کا دور تھا، اس کے باوجود ان کی دور اندیشی اور عملی قوت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اپنی بہادری میں بے مثال تھے۔ پورے سندھ میں آبپاشی کے نظام کو از سر نو منظم کیا۔ زرعی شعبے میں ان کی کاوشیں اور کوششیں بے مثال رہی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کے دور میں سندھ کا زرعی نظام اپنے عروج پر تھا۔ میاں نور محمد کلہوڑا سندھ کے پہلے حکمران تھے جن کی سیاسی بصیرت کی وجہ سے موجودہ سندھ کی حدود قائم ہوئیں، ورنہ ان سے پہلے سندھ سیاسی اور انتظامی لحاظ سے مختلف حصوں میں منقسم تھی۔ ۲ صفر ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء میں، ریاست جیسلمیر کے ایک مقام ''سرکات کورھرہ'' میں وفات پائی، اور ان کے جسد خاکی کو وہاں سے لا کر سندھ میں ''محمد آباد'' (تعلقہ مورو، ضلع نوشہرو فیروز) کے مقام پر دفن کیا گیا۔

والی ہے۔ اس لئے ہمارا یہاں سے چلے جانا بہت ضروری ہے' کیونکہ نوشتہ تقدیر کا تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے۔ اگر ہم یہاں موجود رہیں گے تو وہ ہم سے التجا کرے گا' جب اس کی مراد پوری نہیں ہوگی' تو ہم سے بدعقیدہ رکھے گا' جس کی وجہ سے اس کی آخرت کی خرابی کے امکانات ہیں''۔ اس بات میں جس مصیبت کا ذکر ہے' وہ نادر شاہ (۱۶) کا سندھ پر حملہ تھا' جو (سندھ کی تاریخ کا) ایک بڑا سانحہ تھا۔

حضرت خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ حج کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ واپس

---

(۱۶) نادر شاہ درّانی (دورِ حکومت ۱۷۳۴-۱۷۴۷ء) ایرانی فاتح' جو خراسان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ باپ بھیڑیں چراتا تھا۔ جوانی کے چار سال ازبکوں کی غلامی میں گزارے۔ خیوا سے فرار ہو کر بائیس سال کی عمر میں علی بیگ افشار کا ملازم ہو گیا۔ افشار نے نادر کی بہادری اور وفاداری سے خوش ہو کر اپنی بیٹی کا رشتہ دیا۔ افشار کے مرنے کے بعد اب درد کا گورنر بنا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد والی مشہد ملک محمود شاہ کے حکم سے برطرف ہوا۔ اس کے بعد نادر ڈاکو بن کر لوٹ مار کرنے لگا۔ اس کا بنیادی مقصد اپنی بادشاہت قائم کرنا تھا' اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہمہ وقت سرگرداں رہا۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنا لشکر ترتیب دیا۔ اور پہلے نیشاپور اور بعد میں مشہد فتح کر لئے۔ ملک محمود قتل ہوا۔ شاہ طہماسپ نے نادر خان کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ افغانوں اور ترکوں کو مختلف لڑائیوں میں شکست دینے کے بعد چھیالیس سال کی عمر میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ تین سال کے بعد مشرق کا رخ کیا۔ کابل اور غزنی فتح کرتا ہوا ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ کرنال کے میدان میں محمد شاہ کو شکست دی اور ۲۶ مارچ ۱۷۳۹ء کو دہلی میں داخل ہوا۔ تقریباً دو ماہ دہلی میں رہا اور اس دوران ہزاروں لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ سندھ کے کلہوڑہ فرمانرواؤں میاں نور محمد کلہوڑہ کے دور میں نادر شاہ نے سندھ پر ۱۷۴۵ء میں حملہ کیا اور پورے علاقے کو تباہ و برباد کر دیا۔ بے شمار کتب خانے جلا کر راکھ کر دیئے۔ بالآخر نور محمد کلہوڑہ نے صلح کی۔ اور نادر شاہ واپس چلا گیا۔ نادر شاہ کو ایک فقیر نے ''دُرِّ دوران'' کا خطاب دیا جو کثرتِ استعمال سے ''درانی'' بن گیا۔ نادر خان کو افشار قبیلے کے لوگوں نے اپنے ہی خیمے میں قتل کیا۔

سندھ تشریف لے آئے۔ تقریباً ۱۵ پندرہ یا ۲۰ بیس دن کا قیام رہا۔ آپ نے فرمایا کہ "ہم خاص طور پر شیخ محمد زمان (قدس سرہٗ) کو سلوک کی راہ میں معلومات دینے کیلئے واپس آئے ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں لکھنے یا پیغام کے طور پر روانہ کرنے جیسی نہیں تھیں"۔

میان عاشق و معشوق رمز یست

کہ کراماً کاتبین راھم خبر نیست

الغرض ایک مرتبہ پھر سوئے عرب روانہ ہوئے اور بقیہ عمر مکہ معظمہ میں انتہائی جوانمردی اور سخاوت سے گذاری۔ عرفات کے میدان میں یوم عرفہ (۹ ذی الحج سنہ ۱۱۴۹ھ) کو وصال فرمایا۔ آپکے صادق مریدوں نے آپ کو جنت معلیٰ میں دفن کیا۔

حضرت مولانا عبدالسلام

مولانا عبدالسلام ابدالؒ (۱) نماز فجر ''بھوج'' میں پڑھ کر دوپہر کا کھانا ''لواری شریف'' میں تناول فرماتے تھے۔ دوپہر کو کچھ آرام کرنے کے بعد' ظہر کی نماز بدین میں ادا کرتے تھے۔ عصر کی نماز ''جون'' کے قصبے میں پڑھتے تھے' جہاں آپ کا گھر تھا۔ وہاں سے پھر لواری شریف آتے جہاں مغرب کی نماز ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد عشاء کی نماز واپس بھوج میں جا کر ادا کرتے تھے۔

---

(۱) آپ سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ کے نانا تھے۔ درس قبیلے سے آپ کا تعلق تھا بزرگی اور برتری میں نہایت کامل اور علم و عرفان میں آپ کو معزز و مکرّم سمجھا جاتا ہے۔

حضرت سلطان الاولیاء
خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ
صاحب لواری (شریف)

آپ کی ولادت باسعادت مورخہ ۲۱ رمضان مبارک سنہ ۱۱۲۵ میں ہوئی۔ شیخ عبدالسلام آپ کے نانا تھے۔ آپ کی ولادت کا سال، کلام پاک کی اس آیت مبارکہ سے نکلتا ہے۔

انہ من عبادنا المخلصین

(بیشک وہ ہمارے نیک بندوں میں سے ہے)

شیخ عبداللطیفؒ (۱) کو کچھ صاحب بصیرت مشائخ حضرات نے آپ کی آمد کی پیشگی اطلاع دے دی تھی۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ نے حضرت محمد کریم ﷺ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اس لئے جب بھی شیخ عبداللطیف کے گھر میں کسی فرزند کی ولادت ہوتی تھی تو آپ اسے غور سے دیکھتے تھے کہ، ''کہیں یہ وہ تو نہیں ہیں، جن کی بشارت ملی ہے''۔ جب آپ کی

---

(۱) شیخ حاجی عبداللطیف نقشبندی بن شیخ طیب بن شیخ ابراہیم بن شیخ عبداللطیف کلاںؒ کو عموماً ''شیخ حاجی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ بے انتہا نیک، سخی اور رحم دل تھے۔ پورا قرآن پاک حفظ تھا۔ رمضان المبارک میں روزانہ تلاوت فرماتے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں بے نظیر اور معرفت کے دریا تھے۔ درویشوں کے دوست اور مہمانوں کے مشتاق تھے۔ پہلے قدیم لواری میں رہتے تھے، لیکن بچپن میں حصول تعلیم کی خاطر ٹھٹہ تشریف لے گئے، جہاں شیخ فیض اللہ بن مخدوم آدم نقشبندی کے ہاتھ پر دست بیعت ہوئے اور اپنا پرانا طریقہ سہروردیہ ترک کر کے نقشبندی طریقہ اختیار کیا۔ شیخ فیض اللہ کی وفات کے بعد مخدوم آدم کے خلیفہ شیخ ابوالقاسم کی صحبت میں وقت گزارا اور فیض پایا۔ آپ کی وفات کا صحیح سنہ کہیں موجود نہیں ہے، اندازاً سنہ ۱۱۴۹ھ میں وصال فرمایا اور آپ پرانی لواری میں مدفون ہیں۔

ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے والد ماجد کو یقین ہوا کہ، ''یہ وہی وجود مسعود ہے جس کا انہیں بہت انتظار تھا''۔ اور آپ نے ان کی بہت محبت سے پرورش کرنا شروع کی۔

کتابوں میں ہے کہ بچپن میں ایک دن دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ وہاں سے ایک درویش کا گذر ہوا۔ اس درویش کی جیسے ہی آپ کی پیشانی پر نظر پڑی تو اسے یقین ہوگیا کہ یہ صاحب فراست ہیں۔ پھر درویش آپ کو دیکھتے ہی رہے، یہاں تک کہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ ایک کنیز حویلی سے باہر آئی اور آپ کو پکارنے لگی۔ لیکن آپ قدس سرہٗ کھیل میں ایسے محو تھے کہ کنیز کی آواز کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اس پر کنیز نے سختی سے آپ کو بلایا۔ درویش جو وہاں کھڑے تھے اس نے کنیز کو ڈانٹ کر کہا، ''اے کنیز! اس معصوم کو ایسی جرأت پسند نہیں ہے۔ تم سب لوگوں کو اس کی پسند اور مرضی کے مطابق رہنا اور چلنا چاہئے۔ کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کی ان پر خاص نظر عنایت ہے اور انہیں اپنا منظور نظر قرار دیا ہے۔

ایں طفل تو گرچہ کودک خود بدست

ہر دو عالم خود طفیل او بدست

(یعنی گو کہ یہ لڑکا دوسرے لڑکوں کی طرح ہے، لیکن حقیقت میں دونوں جہانوں کا انحصار اس پر ہی ہے)''۔

المقصد، حضرت خواجہ کلاں قدس سرہٗ وہاں سے ٹھٹہ تشریف لے گئے، جہاں مولوی محمد صادق (۲) کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ وہیں سے آپ نے پیر روشن ضمیر

---

(۲) بارہویں صدی ہجری کے عالم فاضل تھے۔ مخدوم محمد اشرف نقشبندی بن مخدوم آدم المعروف بہ مخدوم آدو ٹھٹوی کے داماد تھے۔ ان کے فرزند حسین المعروف بہ شیخ ابوالحسن صغیر مدنی سندھی محدث نے ٹھٹہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف میں جاکر اقامت اختیار کی جہاں عرب و عجم کو علم حدیث سے فیض یاب کیا۔ مقالات الشعراء میں ہے کہ، ''میاں محمد صادق نقشبندی جامع فنون و کمال ظاہری و باطنی بودہ و مرید قطب وقت شاہ عبداللطیف بھٹائی المعروف بتارک الدنیا بزرگ سید عبدالکریم صاحب موضع بلڑی می باشد''۔ آپ کا ٹھٹہ میں ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحے پر

خواجہ ابوالمساکینؒ سے صحبت اختیار کی۔ آپ سے' حضرت سلطان الاولیاء کی یہ فیض بھری صحبت چھ مہینے تک جاری رہی۔ چھ ماہ کے بعد خواجہ ابوالمساکینؒ نے آپ کو ارشاد کیلئے اپنے ہاتھوں سے اجازت نامہ لکھ کر دیا' جس میں آپ نے لکھا کہ

"صحب مع المسكين صحبته كثيرةً" (۳)

یعنی "اس مسکین کے ساتھ بہت عرصہ صحبت میں گزارا"۔

بقیہ پچھلے صفحے سے۔۔۔ ایک مدرسہ بھی تھا' جہاں حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہ نے تعلیم حاصل کی۔ مخدوم محمد صادق شاعر بھی تھے۔ ان کا ایک شعر ہے

نیست در آئینہ کثرۃ را وجود

از صفائی دل شود حاصل شهود

آپ نے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے والد حضرت شاہ حبیبؒ کی وفات کا سال اس شعر سے نکالا۔

الموت جسر يوصل الحبيب الى للقاء الحبيب

آپ کا مزار حضرت مخدوم آدم نقشبندیؒ کے قریب ہے۔

(۳) اس اجازت نامہ کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

"و يقول الشيخ محمد لما كان الاخ فى الله محمد زمان سلک فی سلک الارادۃ و صحب مع المسكين صحبة كثيرةً اجزتد بتعليم الطريقه وشرط الا جازة الا ستقامة على الشريعة والطريقة. والسلام"

(یعنی شیخ محمد کہتے ہیں کہ جیسے خدا کی راہ میں بھائی محمد زمان مریدین کے حلقے میں شامل ہوئے اور مسکین کی رفاقت میں بہت وقت گزارا۔ انہیں طریقت کی تعلیم کی اجازت دی اس شرط پر کہ شریعت اور طریقت پر قائم رہے گا۔ والسلام)

اس کے بعد حضرت خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ نے اپنی دستار مبارک آپ کے سر مبارک پر رکھی اور اپنی مسند پر بٹھا کر مریدین سے فرمایا کہ "ہاتھ ہاتھ میں دے کر خواجہ ۔۔۔بقیہ اگلے صفحے پر

یہ صحبت کی کثرت باطن کی راہ سے ہے، کیونکہ فیض کا انحصار باطن پر ہے۔ خواجہ (سلطان الاولیاء) قدس سرہٗ کو طالبوں کو ارشاد دینے کی اجازت دے کر (خواجہ ابوالمساکین ؒ نے)، آپ کو اپنی مسند پر جلوہ افروز فرمایا، اور اپنے ہاتھوں سے اپنی دستار مبارک خواجہ کلاں قدس سرہٗ کے سر پر رکھی، آپ کی جوتیاں سیدھی کیں، اور تمام مریدوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کی بیعت کریں۔ پھر آپ نے خواجہ کلاں قدس سرہٗ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ، ”آپ کی نیکیاں آپ کے پاس ہی رہیں، خدا تعالیٰ سے عرض کریں کہ آپ کی خطاؤں کے صدقے مجھے بخش فرمائیں“۔

اُولٰئک یُبدّ ل اللہ سَیّاٰتھم حسنات.

یعنی ”یہ وہ شخص ہے جس کی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے“۔

لواری شریف (۴) میں آپ کی مسند نشینی کا سال ابجد کے حساب سے اس آیت مبارکہ سے نکلتا ہے۔

اِن ھٰذا الا ملک کریم:

(بیشک یہ ملائکہ کریم سے ہے)۔

حضرت خواجہ ابوالمساکینؒ، آپ حضرت کو ارشاد اور طالبان حق کی تربیت کا کام سونپنے

بقیہ پچھلے صفحے سے--- صاحب کی بیعت کرو، جو ان کی بیعت نہیں کرے گا وہ میرا مرید نہیں ہے“۔ خواجہ محمد زمان ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ، ”قدیم مشائخ میں سے کسی نے بھی آج تک اس قسم کی اجازت نہیں دی ہے کہ اپنی زندگی میں ہی ایک مرید کو مسند ارشاد پر بٹھا کر اپنے تمام مریدین سے اس کی بیعت کرنے کا حکم دیا ہو“۔

(۴) یہاں قدیم لواری شریف کا ذکر ہے، جو موجودہ لواری شریف، ضلع بدین سے کچھ فاصلے پر ہے جہاں حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان صدیقی نقشبندی قدس سرہ کے والد ماجد حضرت شیخ عبداللطیفؒ اقامت پذیر تھے اور جہاں حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جب حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہ ٹھٹہ سے اس ---بقیہ اگلے صفحے پر

کے بعد، اپنا پورا وقت حجرے میں عبادت و ریاضت میں گذارتے تھے۔ صرف جمعہ کے روز باہر تشریف لاتے تھے۔ کبھی کبھار مشائخ کے مزاروں پر بھی جاتے تھے۔ ایک دن (حضرت سلطان الاولیاء) قدس سرہٗ کو بھی ساتھ لے گئے اور مکلی سے زیارت کر کے واپس آرہے تھے تو آپ کی نظر ایک پتھر پر پڑی۔ خواجہ (ابوالمساکینؒ) نے حضرت قدس سرہٗ سے فرمایا کہ "یہ پتھر اٹھائیں"۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے اس پتھر کو رکاب سے رگڑا تو وہ سونے میں تبدیل ہو گیا، پھر حضرت (سلطان الاولیاء) قدس سرہٗ سے فرمایا کہ "یہ پتھر پارس ہے" اسے سنبھال کر رکھیں،

بقیہ پچھلے صفحے سے۔۔۔ پرانی لواری شریف میں آئے تو آپ کے والد نے پیری مریدی ترک کر کے آپ کو مسند ارشاد پر متمکن فرمایا۔ اس دور میں جنوبی دریا خشک ہو گیا، زمین شوریدہ ہو گئی اور کنوؤں کا پانی نمکین ہو گیا۔ لوگ آہستہ آہستہ قدیم لواری شریف سے ہجرت کرنے لگے، لیکن حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ نے اس وقت تک پرانی لواری شریف سے ہجرت نہیں فرمائی، جب تک آپ کے والد بزرگوار حیات تھے۔ شیخ عبداللطیف نے سنہ ۱۱۴۹ھ/۱۷۳۶ء میں رحلت فرمائی اور اس کے ایک سال بعد یعنی ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء میں، اپنے نانا حضرت عبدالسلام درس ابدال کی زمین پر موجودہ لواری شریف کی بنیاد رکھی، اور اسی سال آپ نے مسند ارشاد پر جلوس فرمایا۔

موجودہ لواری شریف، نقشبندی بزرگان دین کا ایک ایسا مرکز ہے، جہاں سے نہ صرف سندھ بلکہ برصغیر کے مختلف مقامات میں سلسلہ نقشبندیہ کا فیض جاری ہوا۔ اس مقدس اور معتبر بستی کی بنیاد حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے رکھی، اور انہیں کے فیض کا یہ کرشمہ ہے کہ آج بھی اس بستی کی تقدیس پورے سندھ کے لوگوں میں موجود ہے۔

لواری شریف کی تعمیر کا سلسلہ خاصہ طویل ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنے خاندان کیلئے یہاں ایک حویلی، درویشوں کیلئے خانقاہ اور مسجد، اور اپنے لئے ایک علیحدہ حجرہ تعمیر کروایا۔ یہ ہی حجرہ آپ کی آخری آرام گاہ بنا۔ اس حجرے پر آپ کے فرزند حضرت محبوب الصمد خواجہ گل محمد قدس سرہ نے مقبرہ تعمیر کروایا۔ موجودہ مقبرے میں خانوادہ لواری شریف کے جو سجادہ نشین مدفون ہیں، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ۔۔۔بقیہ اگلے صفحے پر

شاید کسی وقت کام آجائے"۔ حضرت قدس سرہٗ نے انتہائی ادب سے فرمایا کہ "قبلا! یہ آپ کے

بقیہ پچھلے صفحے سے۔۔۔

۱۔ حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہ المعروف بہ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ (۲۱ رمضان المبارک ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء۔ ذی قعد ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء)

۲۔ حضرت خواجہ گل محمد المعروف بہ حضرت محبوب الصمد قدس سرہ (۱۱ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء۔ ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء)

۳۔ حضرت خواجہ محمد زمان ثانی المعروف بہ صاحب حصار قدس سرہ (رمضان ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء۔ ۷صفر ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء)

۴۔ حضرت خواجہ احمد زمان المعروف بہ امام العارفین قدس سرہ (۱۶ ذوالحج ۱۲۹۷ھ۔ یکم رجب ۱۳۵۷ھ)

۵۔ حضرت خواجہ گل حسن المعروف بہ پیر بادشاہ قدس سرہ (۳ شعبان ۱۳۲۷ھ۔ ۲۷ ذی قعد ۱۴۰۲ھ)۔

روایات کے مطابق، حضرت خواجہ محبوب الصمد گل محمد قدس سرہٗ نے جماعت لواری شریف کے نشان "کل" کا علم بلند کیا، اور اس لحاظ سے آپ کو "صاحب لوا" کے خطاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ علم آج بھی لواری شریف میں موجود ہے۔ حضرت خواجہ محمد زمان ثانی غوث عالم صاحب حصار قدس سرہٗ کے دور سجادہ نشینی میں، سنہ ۱۸۰۴ء میں احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ شجاع سندھ پر حملہ آور ہوئے۔ اور پورے سندھ میں لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا۔ لوگ اپنے اجداد کے گھر چھوڑ کر دوسرے محفوظ علاقوں کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت غوث عالم قدس سرہ نے بھی اس موقع پر لواری شریف سے ہجرت فرمائی، اور قرب و جوار میں سکونت پذیر ہوئے۔ شجاع کے لشکر کے لوگوں نے لواری شریف میں خاصی لوٹ مار مچائی، اور بہت سارا مال و اسباب اپنے ساتھ لے گئے۔ جب سندھ میں امن و امان ہوا تو حضرت غوث عالم قدس سرہ واپس اپنے آبائی شہر لوٹ آئے، اور اس حادثے کے بعد اپنی حویلی، روضہ شریف اور فقراء کی رہائش گاہ کیلئے ایک قلعہ تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا ۔۔۔بقیہ اگلے صفحے پر

پاس ہی رہے تو بہتر ہوگا"۔اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے"

بقیہ پچھلے صفحے سے۔۔۔اور آپ نے یہ کام شروع کروایا اور ربالآخر سنہ ۱۲۲۶ھ میں آٹھ برجوں پر مشتمل یہ قلعہ مکمل ہوا اسی وجہ سے حضرت غوث عالم قدس سرہ کو "صاحب حصار" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔آپ کے بھائیوں نے جن کو حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی عاق کر دیا تھا اور جماعت کو ممانعت کر دی تھی کہ کوئی بھی ان سے تعلقات نہ رکھے تالپور حاکم وقت میر غلام علی تالپور کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ یہ قلعہ انگریزوں کے خرچ پر تعمیر ہوا ہے اور ان کی فوج وہاں رہے گی۔اس بات پر میر غلام علی تالپور نے حضرت غوث عالم قدس سرہٗ کو پیغام بھجوایا کہ "قلعہ کو گرادیا جائے"۔جواب میں آپ نے میر غلام علی کو کہلوا بھیجا کہ "ہماری خیر خواہی اور دعائوں کا آپ کو علم ہے۔خوامخواہ حاسدوں کے کہنے پر یقین نہ کریں۔ہم فقیروں نے تو صرف لٹیروں سے حفاظت کی خاطر یہ حصار قائم کیا ہے"۔لیکن حاکم وقت پر اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوا،اور اپنی فوج بھیج کر قلعہ کے کچھ حصے کو مسمار کروانا شروع کر دیا،لیکن یہ کام مکمل نہیں ہو سکا۔

حضرت خواجہ محمد حسن شاہ مدنی قدس سرہٗ کے دور،(۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء-۱۲۹۸/۱۸۸۰ء) میں درگاہ عالیہ لواری شریف کی تعمیر اور ترقی کا ایک روشن دور شروع ہوا۔آپ نے سنہ ۱۲۷۹ھ میں اپنے خاندان کا مروجہ امتیازی نشان علم دوبارہ بلند کیا۔اور یہ تقریب سعید ۱۸ شوال ۱۲۷۹ھ کو لواری شریف میں منعقد ہوئی۔دوسرے سال آپ نے حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ کے روضہ شریف پر نیا چاندی سے مزین دروازہ چڑھوایا یہ نیک کام بروز اتوار ۲۸ رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۰ھ کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔سنہ ۱۲۸۴ھ میں آپ نے مسجد شریف تعمیر کروائی۔ایک روایت کے مطابق آپ نے حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ کی قائم کردہ مسجد شریف کی آرائش و مرمت کروائی۔

آج لواری شریف ضلع بدین کے جدید قصبے کی صورت میں موجود ہے۔یہ ایک ترقی یافتہ قصبہ ہے جو حضرت پیر بادشاہ گل حسن صدیقی قدس سرہ کی ذاتی دلچسپی کے باعث جدید سہولتوں سے آراستہ ہوا۔آپ کی کوششوں کی وجہ سے یہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے اسکول بنیادی طبی سہولتوں کیلئے ہیلتھ سینٹر،پینے کے پانی کی سہولت وغیرہ مہیا ہوئیں۔

۔حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا، ''جس چیز کی آپ کو ضرورت نہیں ہے، اس کی حاجت ہمیں بھی نہیں ہے''۔ پھر اس پتھر کو راستے کے ایک تالاب میں پھینک دیا۔

روایت ہے کہ جب خواجہ ابولمساکینؒ مکہ معظّمہ تشریف لے جا رہے تھے تو اس وقت شہر کے معززین اور اہل دانش کو بلا کر وصیت فرمائی کہ، ''اس نوجوان (یعنی حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ) کو ہر طرح سے راضی وخوش رکھنا' کیونکہ اس شہر کا آباد رہنا' ان کے وجود مسعود کی رضامندی پر منحصر ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ یہاں سے چلے گئے تو اس شہر پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے''۔

اس کے بعد حضرت (سلطان الاولیاء) قدس سرہٗ کچھ عرصے تک ٹھٹہ میں مقیم رہے' لیکن مولوی محمد ہاشم کی دشمنی کی وجہ سے اپنے اصل وطن قدیم لواری شریف واپس تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ مولوی محمد ہاشم کی خصومت محض اس وجہ سے تھی کہ آپ قدس سرہٗ خواجہ ابوالمساکین کے مقرب خاص تھے۔

شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ فرماتے ہیں کہ، ''اس دور میں مولوی محمد ہاشم حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ سندھی زبان میں تالیف کر رہے تھے۔ لیکن اسے یہ علم نہ تھا کہ قدرت نے اسے اس قضیے میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ وقت کے موسیٰؑ کو پہچان نہیں پا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ دفن کی وقت بڑی مشکل میں تھا' لیکن بعد میں کسی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔ اور اہل صفا میں سے کچھ نے دیکھا کہ حافظ شیخ ابوالقاسمؒ کی روحانیت نے اسے اس گرفت سے نجات دلائی۔ اس لئے کہ اسے ان کے قریب دفن کیا جا رہا تھا''۔

جب حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ قدیم لواری شریف میں تشریف لے آئے تو اپنے والد محترم شیخ عبداللطیفؒ کی زندگی تک آپ ان کی صحبت میں رہے۔ لیکن شیخ کی رحلت کے بعد چونکہ قدیم لواری کی زمین شوریدہ ہوگئی تھی اور وہاں سے پانی نکلنے لگا تھا۔ اس لئے آپ (سلطان الاولیاء) قدس سرہٗ نے وہاں سے ہجرت فرمائی اور موجودہ مقام پر نئے شہر کی بنیاد رکھی اس کا نام بھی لواری رکھا' اور یہاں آپ اپنا زیادہ وقت مسجد میں گزارتے تھے' اگر کوئی طالب علم

آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ ان کی تربیت کرتے رہتے تھے۔ نئی لواری میں سکونت کے بعد لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ قلیل عرصے میں چاروں طرف سے طالب علموں کا ایک اژدھام جمع ہوگیا۔ شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ فرماتے ہیں کہ "خواجہ صاحب (قدس سرہٗ) کی توجہ سے جو بھی ایک مرتبہ سرفراز ہوا وہ سندھ کے مشائخ میں ممتاز ہو جاتا تھا"۔

شیخ حاجی محمد صالح کھڑائیؒ روایت کرتے ہیں کہ "میں حضرت خواجہ صاحب (قدس سرہٗ) کے حضور میں آنے سے پہلے روم، شام، عرب و عجم، ترک اور تاجیک بلکہ اکثر ممالک کا سفر کر چکا تھا۔ لیکن اس جگہ جو فیض کا دریا جاری تھا اس کا دسواں حصہ بھی کہیں نہیں دیکھا۔ بہت سارے مشائخ کی توجہ کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب میں مراقبہ کرتا تھا تو مجھے اپنے وجود میں اتنی وسعت محسوس ہونے لگتی تھی جیسے پوری زمین میرے اندر سما گئی ہے۔ جب آپ (حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ) کی توجہ مجھ پر ہوئی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جو قوت میں نے پوری دنیا گھوم کر مختلف مشائخ سے حاصل کی ہے، وہ سلب ہوگئی ہے۔ اس قوت کو جمع کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس میں مجھے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ پھر میں نے دوسری بار توجہ کیلئے گزارش کی۔ آپ نے مجھے ایک نوآموز طالب کی طرح تلقین کی تو مجھ پر وہ واردات نازل ہوئی جس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ پہلے سے زیادہ قوت حاصل ہوئی"۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ شاہ عبداللطیف بھٹائی نے حضرت خواجہ (قدس سرہٗ) سے فیض حاصل کرنے کیلئے زیارت کا ارادہ کیا۔ جب شاہ صاحب حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے "مکان شریف" کے دروازے پر پہنچے تو ایک خادم کو روانہ کیا کہ اندر آنے کی اجازت حاصل کرے۔ آپ نے فرمایا کہ "ہم بذات خود شاہ صاحب کے استقبال کیلئے باہر آتے ہیں"۔ جب خادم آیا تو شاہ صاحب نے اس سے پوچھا کہ "آپ کس مصروفیت میں تھے؟" خادم نے کہا کہ "آپ خاموش بیٹھے تھے"۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ "اس کام سے کب فارغ ہوں گے کہ باہر دروازے پر آئیں گے آؤ اندر چلتے ہیں"۔ جب خواجہ صاحب کے سامنے آئے تو یہ شعر (بیت) فرمایا۔

راھی سفر کو چل دیئے منزل کھاں کس کو پتہ
گردن ھے جن کی خم، جیوں میں کس طرح ان کے سوا

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا۔

کچھ نھیں ھو، کچھ نھیں کچھ نھیں کا ورد کر
خنجر لاسے تعلقات جھاں کو قطع کر
پھر تمھیں سمجھائیں گے وہ راز دلبر سر بسر

اس پر سید صاحب نے فرمایا۔

زھے نصیب قلم نے جو لوح پر لکھا
سکھی! یہ میرے مقدر میں ھو گیا اچھا
نوشتہ ھے وہ میرے اختیار سے بالا
کروں میں کس سے یہ فریاد کس پر ھے دعویٰ
کہ جو ھوا میرے محبوب ھی نے مجھ سے کیا

آپ نے فرمایا۔

بیٹھ ان کی بزم میں جو کاتب تقدیر ھیں
چاھیں تو پھلا لکھا بدلا کے دیگر لکھ سکیں
ھو سکے دیدار جاناں کس طرح تجھ کو نصیب
عین ممکن ھے کہ کوئی ایسی ھی تعلیم دیں

اس گفتگو کے بعد شاہ صاحب نے مرید بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ''ہماری طریقت میں سماع و سرود ممنوع ہیں''۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ''تمام زندگی اسی شغل میں صرف کی ہے، اب اس سے خود کو جدا نہیں کر سکتا''۔ اس کے بعد کچھ دیر تک خواجہ صاحب قدس سرہٗ سے محو صحبت رہے۔ رخصت کے وقت شاہ صاحب کو خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے بطور تبرک اپنی خلافت کی چادر عطا کی۔ وفات کے وقت شاہ

صاحب نے وصیت کی کہ ''مجھے اس چادر کا کفن دیا جائے''۔ تکفین کے بعد یہ چادر شاہ لطیفؒ کے جسد خاکی پر ڈالی گئی اور تدفین کے بعد اس چادر کو آپ کے مرقد پر ڈال دیا گیا۔

حضرت سید صاحب، حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ، کی شان میں یہ شعر پڑھتے رہتے تھے۔

ان کو دیکھا ہے میں نے اے مادر
ہے میسر جنہیں وصال حبیب
نہیں میری زبان میں تاب سخن
کر سکوں جو بیان ذکر عجیب

حضرت خواجہ قدس سرہ، سے سید صاحب کے مقام کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''وہ بھی آپ کی طرح صاحب قلب ہیں''۔

میرے ایک عزیز کی روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ''مرشد کے بہت سارے حقوق ہیں، جب تک طالب ان کی تکمیل نہیں کرتا، اس وقت تک وہ ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم نے اپنے تمام حقوق اپنے مریدوں کو بخش دیئے ہیں تا کہ وہ اپنی منزل کو پا سکیں، لیکن سچی عقیدت رکھنا شرط ہے''۔

ایک دن، ایک شخص نے حضرت قدس سرہ، کے سامنے سید عبدالکریم بلڑی والےؒ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ''وہ درویش جب دریا کے اوپر سے گزرتے تھے تو ان کے پاؤں اور کپڑے پانی میں بھیگتے نہیں تھے''۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''کرامت کا دن ابھی دور ہے، مردوں کی مردانگی کل یوم حشر میں ظاہر ہو جائے گی کہ کون اپنی جماعت کو وہاں سے باسلامت دارالسلام تک پہنچاتا ہے''۔ حضرت خواجہ عیسیٰ دشتیؒ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ، ''ہم اپنے نمک کا برتن بھی نہیں چھوڑیں گے، ہم اپنے مریدوں کیلئے کچھ اور پسند کرتے ہیں، نجات تو آسان ہے۔ کیونکہ علاوہ منکر کے دوسرے کسی بھی شخص پر اولیاء اللہ کی نظر پڑتی ہے وہ نجات پا لیتا ہے''۔

میں نے اپنے والد الطاش بن حاجی شہمیر سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ ''میں نے ابھی

تک حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی زیارت نہیں کی تھی، لیکن میں سن بلوغت کے قریب تھا۔ آپ کے حلیہ مبارک کی توصیف میں نے سن رکھی تھی۔ جب میں اس حلیہ مبارک کی سنی ہوئی توصیف کے مطابق مراقبے میں مصروف ہوتا تھا تو خود کو آسمان پر محسوس کرنے لگتا تھا''۔

حافظ عبدالمالکؒ جو ''سائین ڈنہ'' کے نام سے مشہور تھے اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے صحابہ میں سے تھے' صاحب ذوق وحال تھے۔ ان سے روایت ہے کہ ''میں اپنے گاؤں میں سکون اور اطمینان کی زندگی گزار رہا تھا کہ وقت کے امیروں میں سے ایک وہاں گاؤں میں آ کر رہنے لگا۔ لوگوں کی کثرت اور آمدورفت سے اطمینان اور سکون میں فتور پیدا ہونے لگا۔ مجھے انتہائی افسوس ہوا اور اس گاؤں سے ایک فرسنگ دور جا کر ایک ویران جگہ پر رہنے لگا اور اپنی عبادت میں مصروف ہوگیا۔ تیسرے دن میں نے ایک شخص کو اپنے سامنے دیکھا' جو زمین میں سینے تک دھنسا ہوا تھا۔ میں حیران ہوگیا۔ اس آدمی سے پوچھا کہ ''تم کون ہو، ملائک یا جن ہو؟'' جواب میں اس شخص نے کہا کہ ''میں گزرے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ جب سلطان محمود غزنوی سومنات کی جنگ پر جا رہے تھے تو میں اس کے ساتھ تھا۔ واپسی کے وقت جب ہمارا یہاں سے گزر ہوا تو میری زندگی کے دن ختم ہو گئے۔ اس دن سے آج تک میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ پہلے دن جب آپ یہاں آ کر حق تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہوئے تو میرے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی' اور دوسرے دن آزاد ہوگیا۔ آج میری روح کو اتنی تقویت ملی ہے کہ جسم اختیار کر کے تمہارے سامنے ظاہر ہوا ہوں تا کہ تمہیں بشارت دوں کہ تمہارے مرشد کے بیشمار مرید جنتی ہیں''۔ حضرت پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ ''میری امت میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہوگی جو بلا حساب جنت میں داخل ہوگی''۔ صحابہ کرام نے پوچھا ''یارسول اللہؐ وہ کس قسم کے لوگ ہوں گے''۔ آپ نے فرمایا

''الذین لا یسترقون ولا یتکؤن علیٰ ربھم یتوکل''.

یعنی، ''وہ لوگ جو تعویز گنڈے نہیں کریں گے اور نہ ہی ان پر یقین کریں گے اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہوں گے''۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے اصحابوں میں سے ایک نے بتایا کہ ''میں آپ کی

خدمت میں رہتا تھا' ایک دن ایک مرید جو گاؤں کے آس پاس رہتا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ، ''مجھے اپنی بچوں کو پڑھانے کیلئے ایک معلم کی ضرورت ہے۔ اگر درویشوں میں سے کوئی اس قابل ہو تو میرے پاس آ کر قیام کرے میں اس کی ضروریات پوری کروں گا''۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے مجھے حکم دیا۔ میں وہاں گیا اور ایک عرصے تک وہیں رہا۔ ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص اندر آیا جو ایک مسافر لگ رہا تھا' اور نیکوکار نظر آ رہا تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ ''میں کیمیا بنانا جانتا ہوں' اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کی ترکیب سکھا دوں''۔ میرا دل اس عمل پر آمادہ نہیں ہوا۔ اس لئے میں نے کہا کہ ''مجھے کیمیا کی ضرورت نہیں ہے' ہم فقیر لوگ ہیں' کیمیا بنا کر کیا کریں گے''۔ پھر کہنے لگا ''میں ایک وظیفہ جانتا ہوں۔ جو شخص میری شرائط سے یہ وظیفہ کرے گا اسے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی''۔ مجھے خیال ہوا یہ وظیفہ سیکھوں۔ دوسرے دن جب میں آپ (حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ ''ہمارے بہت سے فقیر بیداری میں حضورؐ کو دیکھتے ہیں' لیکن اس کے باوجود ہم چاہتے ہیں کہ ان کا رجحان حق پاک کی جانب ہو''۔

قاضی احمد دمائیؒ آپ کے اصحاب خاص تھے فرماتے ہیں کہ، ''جب پہلی مرتبہ مجھے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے ملاقات نصیب ہوئی تو میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حج کیلئے جا رہا تھا۔ حضرت قدس سرہٗ کی تعریف میں نے پہلے ہی سن رکھی تھی' دل نے کہا کہ حج پر جانے سے پہلے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کر لوں۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ لواری شریف پہنچا تو پہلی رات ہی مجھے آپ نے تلقین کی۔ دوسرے دن صبح کو میرے ساتھیوں نے آگے چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں اجازت حاصل کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ، ''حج کیلئے انسان کو ایسا ہو کر جانا چاہئے کہ آگے اسے پہچانا بھی جائے''۔ میں نے آپ کا مفہوم سمجھ لیا اور وہاں رک گیا۔ آپ کمال مہربانی سے مجھ پر روزانہ توجہ فرماتے تھے' تین دن کے بعد آپ نے فرمایا کہ ''اب اگر حج پر جانا چاہتے ہو تو تمہیں اجازت ہے''۔ میں نے عرض کی کہ، ''اگر وہاں مجھے کوئی صالح انسان مل جائے تو اس سے صحبت کروں''۔

آپ نے فرمایا کہ،"اس ملک میں آپ کی صحبت کے لائق کوئی شخص نہیں ہے۔البتہ یمن میں ایک شیخ ہیں، وہ خود چل کر آپ سے ملاقات کیلئے آئیں گے"۔حج سے فارغ ہو کر جب میں یمن پہنچا تو میں نے سنا کہ یہاں ایک بزرگ شخص مقیم ہیں، جنہیں لوگ عام طور پر "رئیس المشائخ محمد علی دستارؒ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اور تنہا رہتے ہیں۔جمعہ کے روز جامع مسجد میں گیا تو معلوم ہوا کہ آج شیخ مسجد میں تشریف لائیں گے۔تھوڑی دیر کے بعد شیخ کی مسجد میں تشریف آوری کا شور بلند ہوا۔میں نے دیکھا کہ شیخ کے ساتھ خلق خدا کا ایک ہجوم تھا اور وہ ان سے مصافحہ کر رہے تھے۔اسی دوران ان کی نظر ہم پر پڑی۔وہ ہماری طرف آئے۔بڑی محبت سے ملے اور بہت تعظیم کی۔پھر ہم سے پوچھا کہ "آپ لوگ کہاں مقیم ہیں تاکہ اگلے روز آپ لوگوں کے پاس آکر ملاقات کر سکوں"۔ہم نے انہیں اپنی رہائش گاہ سے آگاہ کیا۔دوسرے دن شیخ ہماری رہائش گاہ پر تشریف لائے اور ایک گھنٹے تک ہمارے پاس بیٹھے رہے۔جب رخصت ہونے لگے تو ہم انہیں تکریم کے طور پر باہر چھوڑنے گئے۔ان کی خواہش تھی کہ میں واپس چلا جاؤں اور اس پر شدت سے اصرار بھی فرمایا، میں نے کہا کہ "آپ سواری میں تشریف فرما ہوں تو ہم واپس چلے جائیں گے"۔شیخ نے کہا کہ، "آپ لوگوں کی موجودگی میں، میں سواری پر بیٹھنا پسند نہیں کروں گا"۔

ایک دوسرے عزیز نے بتایا کہ،"میں اپنے کسی دنیاوی کام کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔حاجی محمد صالح کھڑائیؒ بھی وہیں موجود تھے۔انہوں نے مجھے روکا کہ، "مرشد کی خدمت میں دنیوی کام کاج کیلئے گزارش نہیں کرنا چاہئے"۔آپ نے حاجی محمد صالح کھڑائیؒ کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا کہ، "دنیوی امور کیلئے کیا کسی دوسرے کو مرشد بنائے گا۔دنیا کے کام کاج میں ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے"۔

صادق احباب میں سے ایک نے ذکر کیا کہ، "ایک موسم میں، میں نے لواری شریف سے دو فرلانگ کے فاصلے پر مکئی کی کاشت کی۔اس میں سے میں روزانہ کچھ بھٹے وغیرہ آپ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر بھیجتا تھا۔

دوسرے سال پانی وافر ہوا، میں نے چاول کی کاشت کی۔جب آپ حضرت کی

خدمت میں حاضر ہوا اور چاول بونے کی اطلاع عرض رکھی تو آپ نے فرمایا کہ، "اس سال کاشت نہ کرتے تو اچھا ہوتا"۔ اس واقع کے بعد آپ نے جلد ہی وصال فرمایا اور اسی سال چاول کی کاشت میں ایسا کیڑا لگ گیا کہ فصل کا ایک دانہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ سرکاری کارندے محصول لینے کیلئے آ دھمکے۔ بہت پریشان ہوا۔ میں نے سوچا کہ محصول ادا کرنے کیلئے تو کچھ نہیں ہے۔ اور وہ بھی سو روپے کے قریب ہے تو اتنے پیسے کہاں سے لاؤں گا۔ جب میرے کھیت کے ساتھ کی زمین کی پیمائش کی جارہی تھی تو میں نے دو چار قدم بڑھا کر لواری شریف کی طرف منہ کیا اور خواجہ بزرگ قدس سرہ' کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز میں عرض کی، "یہ وقت ہے امداد کا میری مدد فرمایئے"۔ پھر واپس آ کر اپنے کھیت کی حد میں بیٹھ گیا۔ کارندوں نے جب دوسری زمینوں کی پیمائش کر لی تو بخشو نامی زمیندار سے پوچھا کہ "اور بھی کوئی زمین رہتی ہے یا نہیں"۔ بخشو نے میرے کھیت کی جانب اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ سرکاری کارندے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اور بخشو پر غصہ ہونے لگے کہ، "تم ہم سے مذاق کرتے ہو اس کھیت میں سوائے کانٹوں اور جنگل کے اور کیا ہے" (جس کی ہم پیمائش کریں)۔ یہ کہہ کر کارندے چلے گئے' ان کے جانے کے بعد بخشو نے مجھ سے کہا کہ "بیشک تمہارے مرشد نے ان کو اندھا کر دیا ہے"۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' فرماتے تھے کہ، "جو انسان اولیاء کرام کے جوار میں دفن ہے' وہ جنّتی ہے"۔ نقل کرتے ہیں کہ وصال کے دن آپ قدس سرہ' اپنے اصحاب سے بار بار یہ تاکید کرتے رہے کہ "تمام جماعت کو جلد جلد کھانا کھلاؤ"۔ جب تک سب لوگ کھاتے رہے تو آپ بھی پوچھتے رہے کہ "تمام جماعت نے کھانا کھالیا"۔ بالآخر جب تمام جماعت کھانے سے فارغ ہوئی تو آپ نے چادر تان کر آنکھیں بند کر لیں' اور اپنی جان حضرت سبحانہ' عم نوالہ' کے سپرد کی۔ آپ کے وصال کا سال

"ورضـــــی لـــــہ قـــولاً"

(اور ان کے قول سے اللہ راضی ہوا۔ ۱۱۸۸ھ)

سے نکلتا ہے' جو آپ کے حال خواہ قال کے عین موافق ہے۔

حضرت خواجہ
محبوب الصمد قدس سرہٗ

آپ دریائے معرفت کے گوہر آبدار ہیں۔ شیخ قاضی احمدؒ فرماتے ہیں، ''حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے یہاں حضرت خواجہ گل محمد قدس سرہٗ کی ولادت سے پہلے ایک فرزند عبداللطیفؒ ہوئے، جو بچپن ہی میں وصال کر گئے، ان کے بعد آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان دنوں میں آپ کی ملازمت میں نہیں تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کی رہائش حجرہ میں تھی۔ اس وقت اکثر اصحاب کو حجرے میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک مرتبہ میں حجرہ شریف کے دروازے پر آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا تو ایک درویش میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پوچھنے پر اس درویش نے بتایا کہ حضرت قدس سرہٗ کے سخت مخالفین میں سے ''ہوتھی'' نے طنزیہ کہا ہیکہ ''تمہارے پیر کے یہاں ایک فرزند تھا، وہ بھی انتقال کر گیا ہے، وہ خود بڑی عمر کے ہوگئے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد یہ خانقاہ ویران ہو جائے گی، مٹی کے برتن ٹوٹ پھوٹ جائیں گے''۔ یہ بات سُن کر آپ سیدھے ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ ''ہمیں حق تعالیٰ کی جانب سے بشارت دی گئی ہے کہ ہماری یہ مسند قیامت تک قائم رہے گی۔ مٹی کے برتنوں کی جگہ تانبے کی دیگیں آئیں گی اور کچے گھروں کی جگہ محل تعمیر ہونگے''۔

روایت ہے کہ جب آپ کی پہلی اہلیہ نے رحلت کی تو پیر ایوب کی اولاد میں سے ایک نیک اور صالح شخص کے گھر میں ایک بیٹی تھی، جو نہایت اچھے اوصاف کی مالکہ تھیں۔ آپ نے کسی شخص کی معرفت یہ رشتہ مانگا لیکن لڑکی والوں کی طرف سے انکار ہوا۔ پھر دوسری مرتبہ آپ بذاتِ خود اس طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت درویشوں میں سے ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا میں عورتوں کی کمی نہیں ہے، پھر آپ کیوں اس شادی پر اصرار کرتے ہیں۔ جب آپ اس درویش کے خیالات سے واقف ہوئے تو فرمایا کہ ''وہ گوہر

جس کی ہمیں نوید مل چکی ہے وہ اسی سیپ سے جنم لے گا''۔ بالآخر ایسے ہی ہوا، اور حضرت خواجہ محبوب الصمد اِن ہی بی بی صاحبہ سے تولد ہوئے۔

محمد قدیمؒ فرماتے ہیں کہ ''میں خدا تعالیٰ سے مسلسل سوال کرتا رہتا تھا کہ میرے پیر کو فرزند عطا ہوتا کہ اس عظیم الشان خاندان کا چراغ سدا روشن رہے۔ ایک رات میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ باہر کتوں کے بھونکنے کی ایسی آوازیں بلند ہوئیں جیسے کسی شخص پر حملہ آور ہو رہے ہوں۔ بہت سارے لوگ آ کر جمع ہوئے اور میں بھی باہر دروازے پر آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مجذوب الحال شخص ہے، جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ مجھ سے مخاطب ہوا کہ، ''تمہیں مبارک ہو کہ آج رات تیرے پیر کی حویلی میں ایک فرزند نے بطن مادر میں جنم لیا ہے جو قطب زمان اور غوث جہاں ہوگا''۔ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا۔ میں نے سمجھا کہ وہ رجال الغیب میں سے تھا۔

''کچھ دنوں کے بعد آپ قدس سرہ' کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن مجھے اس مجذوب کی پیشینگوئی یاد نہ رہی۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ ''ہاں، حمل ہے شاید ایسے ہی ہو۔''

حضرت خواجہ گل محمد قدس سرہ' کو جب مکتب میں بٹھایا گیا تو آپ نے پڑھنے لکھنے کی طرف کچھ زیادہ رغبت نہیں دکھائی، پڑھنے کے دوران آپ بچوں سے کھیلتے رہتے تھے۔ ایک دن خواجہ بزرگ قدس سرہ' نے آپ کو تعلیم کی طرف توجہ دینے کے لئے تاکید فرمائی۔ اس وقت آپ حضرت، قیلولہ کے لئے حافظ کے حجرے میں تشریف فرما تھے، جس کا آدھا اب شمال والے بنگلے میں آ گیا ہے، تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی روحانیت وہاں تشریف فرما ہوئیں اور فرمایا کہ، ''اپنے فرزند کے لئے اتنی تکلیف نہ کریں، ان کے معلم تو ہم ہیں''۔ اس واقعہ کے بعد آپ قدس سرہ' نے، خواجہ محبوب الصمد قدس سرہ' کی تعلیم کے سلسلے میں کوئی زیادہ کوشش نہ کی۔

ایک دن حضرت محبوب الصمد قدس سرہ' نے اپنے درویشوں میں سے ایک سے مخاطب ہو کر، اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے وصال کے متعلق فرمایا، ''جب آپ نے وصال فرمایا تو ہمارے خاندان کے بعض افراد نے اس امر پر اتفاق کیا کہ

آپ حضرت کی آخری آرامگاہ کسی دوسری جگہ بنائی جائے۔ آپ کی رحلت کی وجہ سے تمام درویش بہت پریشان تھے۔ اور میرے سلسلے میں کہا گیا کہ اس یتیم کو اجتماع سے دور رکھا جائے یعنی انہیں مسند پر نہ بٹھایا جائے۔ شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ، ''ہر نبی کو ان کے وصال والے مقام پر دفن کیا گیا ہے۔ خصوصاً حضرت خاتم النبینﷺ کو۔ لہٰذا حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو بھی ان کے وصال والے مقام پر دفن کیا جائے، اور طالبوں کا اجتماع بھی برقرار رہے گا''۔ میرے متعلق کہنے لگے کہ، ''اگر یتیم رہے گا تو جلد ہی مفلس ہو جائے گا، ورنہ یہ خدائی خزانہ ہے، جس کی چابیاں اب ان کے سپرد کی گئی ہیں''۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے وصال کے تیسرے روز حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ سب سے پہلے شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ نے بیعت کی۔ ان کے بعد تمام بڑے بڑے اصحاب نے آپ کی بیعت کی جن میں شیخ ابوطالبؒ، حاجی طاہرؒ، اور حافظ ہدایت اللہؒ قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد عام طور پر تمام حاضرین نے بیعت کی۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے ایک ساتھی سے روایت ہے کہ، ''ایک دن انہیں (خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ) کھیل کود میں مصروف دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ اس حال میں وہ دوسروں کو کیا فیض پہنچا سکیں گے''۔ آپ فوراً میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے،

''آنانکہ می دھند بھر حال می دھند''

یعنی جو دینے والے ہوتے ہیں وہ ہر حال میں دے سکتے ہیں۔

شیخ عبدالرحیمؒ فرماتے تھے کہ، ''حضرت میں دو ایسی خصوصیات تھیں جو میں نے کسی دوسرے شیخ میں نہیں دیکھیں۔ ایک تو آپ کی ظاہری روش ایسی ہے کہ کوئی بھی شخص شریعت کے لحاظ سے آپ پر اعتراض نہیں کر سکتا، دوسرے یہ کہ کوئی بھی شخص آپ سے رنجیدہ نہیں تھا۔ دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو کسی کو رنج نہیں پہنچاتے، لیکن مرد وہ ہے کہ جو خود بھی کبھی کسی سے رنجیدہ نہ ہو''۔

آپ اس قدر با اخلاق تھے کہ کبھی کسی کو بغیر تعظیم کے نہیں پکارا۔ مجلس میں اگر خواجہ

بزرگ قدس سرہٗ کے احباب میں سے کوئی موجود ہوتا تو آپ پاؤں تک دراز نہیں کرتے تھے۔ آپ کے ظاہری خواہ باطنی علوم کا پتہ اس وقت چلتا تھا جب اس نوع کی کوئی بات نکلتی تھی۔

سید محمدؒ اور قاضی احمد دماگیؒ اپنے وقت کے دویگانہ عالم اور فاضل تھے، فرماتے ہیں کہ، ''باوجود اتنے علم ودانش کے ہم آپ کے سامنے طفل مکتب لگتے ہیں''۔ تمام دن مجلس جاری رہتی تھی۔ آپ کی مجلس میں کسی کو بھی کسی بھی وقت آنے سے ممانعت نہیں تھی۔ احباب کے اجتماع سے آپکا دل کبھی تنگ نہیں ہوا۔ خانقاہ میں ہر وقت مسکراتے ہوئے چہرے سے تشریف فرما ہوتے تھے۔ احباب کی بڑی دلجوئی فرماتے تھے۔ بزرگوں کو عزت سے، جوانوں کو ہمت سے اور بچوّں کو شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جب کوئی آپ کو دعا کے لئے عرض کرتا تو جواب میں فرماتے تھے ''خدا خیر کرے گا''۔ اگر فوری جواب مرحمت فرماتے تھے تو وہ کام جلدی ہو جاتا تھا، اگر کچھ تامل فرماتے تو اس کام کے ہونے میں کچھ احتمال رہتا۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں، جنہیں یکجا کرنا ممکن نہیں ہے۔ آپ کی کچھ کرامات یہاں شامل ہیں۔

سید عالم لاہوریؒ کہتے تھے کہ، ''جب میں حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا تو صفا کے مقام پر مجھے ایک نوجوان ملا، اور مجھ سے کہنے لگا، ''اپنی ارادت کا ہاتھ مجھے دے دو، کیونکہ میں طریقت میں تمہارا پیر ہوں''۔ یہ فرما کر وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ جب میں جمرہ کے مقام پر آیا، تو ایک بار پھر اُس نے مجھے اپنی زیارت کا شرف بخشا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ وہ کعبۃ اللہ میں کھڑا ہے۔ وہاں میں نے بہت سے عربوں سے پوچھا، لیکن کسی نے بھی اس نوجوان کے بارے میں مجھے کچھ بھی نہیں بتایا، اور نہ ہی ان کے متعلق انہیں کوئی علم تھا۔ اتفاق سے، حج کے بعد، کچھ لوگوں سے میں نے سنا کہ لواری شریف میں ایک بزرگ اقامت پذیر ہیں، جو انتہائی برگزیدہ ہیں۔ میں تیار ہو کر ان کی زیارت کے لئے گیا۔ دیکھتے ہی میں نے انہیں پہچان لیا کہ یہ وہ ہی نوجوان ہیں جن کی مکہ معظمہ میں مجھے زیارت نصیب ہوئی تھی۔

سید حبیب شاہ پشتنگیؒ، جو آپ کے خاص احباب میں سے تھے، اپنے مرید ہونے کا

واقعہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”ایک دور میں، میں اپنے علاقے کے بادشاہ کا خاص مقرب تھا۔ ایک مرتبہ دریا کے کنارے پر کفار سے جنگ کر رہے تھے، جس میں ہمیں شکست ہوئی۔ اور مخالفین ہم پر غالب آ گئے۔ افراتفری کے عالم میں ہمارے بہت سے ساتھی قریبی دریا میں گر گئے جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن میں دریا سے باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اُس بے بسی کے عالم میں، میں نے قرب و جوار کے بہت سے مشائخ یاد کئے کہ وہ آ کر میری مدد کریں۔ اچانک ایک حسین و جمیل نوجوان نمودار ہوا، جس کے حسن و خوبصورتی کا بیان کرنا میرے بس میں نہیں، اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک ہی جھٹکے میں مجھے دریا سے باہر نکالا ،اور خود غائب ہو گیا۔ مجھے تعجب ہوا، لیکن دل میں فیصلہ کر لیا کہ ”آج سے میرے پیر و مرشد یہ ہی ہیں“۔ پھر تو میں نے دنیا سے تمام تعلق یکسر ترک کر دیئے اور اس شیخ کی تلاش میں نکل پڑا۔ پورے خراسان اور ماوراالنہر کا علاقہ چھان مارا، دہلی تک بھی آیا لیکن کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ جب مدد خان پٹھان نے سندھ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تو میں بھی اس کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ محض اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ سندھ میں اس نوجوان کے متعلق کچھ معلوم ہو سکے۔ جب میں سندھ میں آیا تو جس شیخ کے متعلق میں نے سنا، ان کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن پھر بھی میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بالآخر ہالا کنڈی کے شہر میں معلوم ہوا کہ لواری شہر میں ایک بزرگ ہیں، چونکہ اس وقت ملک میں انتشار اور فساد تھا، اس لئے واپس آ گیا۔ (پھر حالات ٹھیک ہوئے تو) میں لواری شریف گیا۔ آپ حضرت کی زیارت کی تو انہیں پہچان لیا کہ یہ ہی وہ شہزادے ہیں جن کی مدد سے مجھے دریا کے عذاب سے نجات ملی۔ پھر تو میں یہیں رہ گیا اور طریقت کی تعلیم طلب کی۔ آپ نے تلقین فرمائی اور بہت رغبت دکھائی۔ یہ تمام آثار آپ کی توجہ کے باعث ہیں“۔

شیخ کرم اللہ نے بات کی کہ ”میں نے ایک جگہ سے اپنے لئے رشتہ مانگا۔ لیکن معاملہ شادی تک نہیں پہنچ سکا تھا کہ مجھے لواری شریف جانے کا شوق ہوا۔ کافی وقت لواری شریف میں گزر گیا۔ اچانک گاؤں سے ایک شخص آیا اور بتایا کہ ”تمہارے سسر نے تمہارا رشتہ توڑ دیا ہے، اور اب اس نے یہ ہی رشتہ کسی دوسری جگہ طے کر دیا ہے اور کل رات شادی بھی ہونے والی ہے“

۔جب یہ بات حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچی تو مجھے طلب کیا اور فرمایا کہ ''کیا خیال ہے''؟ میں نے عرض کی کہ ''کوئی علاج نہیں ہے۔ آج کی رات کا وعدہ ہے اور سفر دس دن کا''۔ آپ نے فرمایا، ''خدا خیر کرے گا، ایک مرتبہ تو تمہیں جانا ہی چاہیئے''۔ پھر آپ کے ارشاد پر میں روانہ ہوگیا۔ تین کوس کے سفر کے بعد میں تھک گیا اور رات بھی ہونے لگی تھی، پس میں نے سفر ختم کردیا، دوسرے دن چار پانچ کوس طے کیئے تھے کہ رات ہوگئی اور میں رک گیا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے پاؤں کے نیچے زمین لہریں مار رہی ہے۔ پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ اگر یہ ہی حال ہے تو میں اپنے گاؤں کس طرح پہنچ پاؤں گا۔ پھر راستہ سے کچھ دور ہٹ کر میں سوگیا۔ جب صبح ہوئی تو قریب ہی ایک گاؤں نظر آیا جو بالکل میرے گاؤں جیسا تھا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے! جب قریب پہنچا تو ایک جاننے والا ملا مجھے یقین ہوگیا کہ میں اپنے گاؤں میں پہنچ گیا ہوں۔ اس جاننے والے سے میں نے اپنے مسئلے کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا کہ ''کل رات شادی کا وعدہ تھا، لیکن ان کے گھروں میں اچانک آگ لگ گئی، ایک طرف سے بجھا رہے تھے تو دوسری طرف بھڑکنے لگتی تھی۔ اسی طرح پوری رات گزر گئی۔ آج رات پھر ایک کالا سانپ نمودار ہوا جو لڑکی کے اردگرد گھومتا رہا، میں ابھی وہیں سے آرہا ہوں۔ اس بات کے بعد مجھے تسلی ہوئی اور پھر میں اپنے گھر چلا آیا، اور شادی کی بات کی۔ لیکن میرے سسر نے انکار کردیا۔ گاؤں کا مکھیا پرکر بلوچ قبیلے سے تھا۔ اس کا نام جوگی تھا، جسے میرے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔ جوگی مجھ پر بہت برہم ہوا، اور بد شد کہنے لگا۔ میں پریشان ہوکر مسجد میں چلا آیا اور سوچنے لگا کہ میں یہاں خود تو نہیں آیا، دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔ ابھی چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ گاؤں کے مکھیا کا ایک بیٹا اوپر سے گرا، اور مر گیا۔ ابھی یہ ماتم بپا تھا کہ گاؤں کے باہر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ معلوم ہوا کہ اس کا دوسرا بیٹا جو شکار کے لئے گیا ہوا تھا گھوڑے سے گر گیا ہے اور اس کی گردن ٹوٹ گئی ہے۔ اس پر مکھیا نے محسوس کیا کہ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ اس نے مجھے ناراض کیا ہے۔ پھر تو وہ میرے پاس آیا اور معذرت کرنے لگا اور معافی مانگنے لگا، اور کہا کہ ''اٹھو، رشتہ تمہارا ہی ہے''۔ پھر اسی وقت میرا نکاح کرایا گیا۔

حضرت محبوب الصمد قدس سرہٗ

کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے حضرت محبوب الصمد قدس سرہٗ کے متعلق فرمایا تھا کہ، "آپ قطب ارشاد اور قطب مدار ہیں۔ آپ کا مشرب قلندری ہے"۔ شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ فرماتے ہیں کہ، "حافظ الفرائض قلندر اور سخی، نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا"۔

ایک مرتبہ آپ نے دنیوی امور اور دینی کاموں کے سلسلے میں فرمایا کہ، "بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ فلاں فلاں کام کر کے پھر خدا کی یاد میں مصروف ہو جائیں گے، لیکن یہ فضول خیال ہے کیونکہ جب تک دنیوی خواہشات دل سے نکال کر نہیں پھینکی جائیں گی، اس وقت تک حق کی طرف رجوع ہونا ممکن نہیں ہے"۔

بہ یک دست نتواں نمودن دو کار
بہ یک دل نہ شاید گرفتن دو یار

یعنی جس طرح ایک ہاتھ سے دو کام ممکن نہیں ہیں ویسے ہی ایک دل میں دو محبوب بھی نہیں رہ سکتے ہیں۔

تمنائے دنیا و سودائے دیں
بیک سینہ باہم نگردد قریں

یعنی دنیا کی تمنا اور دین کی خواہش ایک سینے میں ساتھ نہیں رہ سکتے۔

آپ فرماتے تھے کہ، "جب اونٹ پر مجازی عشق کا غلبہ ہوتا ہے تو چار ماہ تک کھانا پینا ترک کر دیتا ہے، لیکن اگر کسی شخص پر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے حقیقی عشق کا غلبہ ہو جائے تو اس کی کیفیت کیا ہوتی ہوگی"۔ فرماتے تھے کہ، "اٹھارہ سال سے پہلے ہمیں یہ جہاں بہتر نظر آ رہا تھا، اس کے بعد تیس سالوں تک دونوں جہاں برابر لگتے تھے، لیکن اب وہ جہاں بہتر معلوم ہوتا ہے"۔

آپ کا وصال مغرب اور عشاء کے درمیان ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۸۰۳ء میں ہوا۔ آپ کا سنہ وصال اس آیت قرآن پاک سے نکلتا ہے۔

وقضی اللّٰہ امر

یعنی اللہ تعالیٰ نے امر کا فیصلہ کر دیا۔

حضرت غوث عالم
خواجہ ثانی قدس سرہٗ

حضرت غوث عالم قدس سرہ‘ کی ولادت باسعادت، رمضان المبارک سنہ ۱۱۹۹ھ مطابق جولائی ۱۷۸۴ء میں ہوئی۔ حافظ ہدایت اللہؒ سے روایت ہے کہ، ’’حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے وصال سے پہلے دو بشارتیں دی تھیں، ایک یہ کہ، ’’ہم تمہاری زندگی میں دوسری مرتبہ آئیں گے‘‘ اور دوسری یہ کہ، ’’تم پر حقیقت احمدی واضح ہوگی‘‘۔ حافظ ہدایت اللہؒ کے دوست انہیں کہتے تھے کہ، ’’اس دنیا سے جو بھی انسان گزر کر جاتے ہیں، ان میں سے آج تک کوئی بھی واپس نہیں آیا۔ عادت کے خلاف اس طرح کیسے ہوسکتا ہے‘‘۔ لیکن حافظؒ کہتے تھے کہ، ’’میرا (اپنے مرشد کے) قول پر پورا یقین ہے اور ایسا ضرور ہوگا‘‘۔ پھر جب حافظ ؒ کو معلوم ہوا کہ حضرت محبوب الصمد قدس سرہ‘ کے گھر ایک فرزند ہوا اور ان پر ان کے جدِ امجد (محمد زمان) کا نام رکھا گیا ہے تو اپنے دوستوں سے کہا کہ، ’’حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے مجھے جو دو بشارتیں دی تھیں ان میں سے ایک تو پوری ہوگئی ہے کہ آپ بعینہ حقیقت میں حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ جیسے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ دوسری بشارت بھی پوری ہوگی‘‘۔ جب حافظ ہدایت اللہؒ وصال فرمانے لگے تو کہنے لگے کہ، ’’آج حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کا وعدہ پورا ہوا، آج مجھ پر حقیقت احمدی اجمالی اور تفصیلی طور پر واضح ہوگئی ہے‘‘۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ‘ کے اصحاب میں سے ایک کہتے تھے، ’’آپ (حضرت خواجہ محمد زمان ثانی) شکل وصورت میں بالکل حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ‘ کی طرح تھے، ایسے کہ سر سے لے کر پاؤں تک تل برابر بھی فرق نہیں تھا‘‘۔

شیخ سدھا تورہؒ فرماتے تھے کہ، ’’نام کی یکسانیت تو عام ہے اور بعض حالات میں حقیقت کی ایک ہی صورت بھی ممکن ہے اور ہر انسان کا جسم بھی علیحدہ ہوتا ہے، لیکن حضرت

غوث عالم (قدس سرہٗ) اسم، جسم اور معنی میں بعینہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کی مانند ہیں''۔

میر نور علی شاہؒ کہتے تھے کہ، ''ظاہری طور پر حضرت غوث عالم کو حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، لیکن حقیقت میں آپ مکمل طور پر ولی تھے''۔ باطنی مقام میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ شروع سے آپ اپنے جد اعلیٰ کے فیض کی وجہ سے ''اویسی'' تھے۔ میری نور علی شاہؒ کہتے تھے کہ، ''حضرت ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچے تھے کہ ایک دن چاشت کے وقت کوٹ منگوا کر زیب تن کیا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا، کیونکہ موسم بہت ہی گرم تھا۔ میں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ، ''فلاں دیس میں شدید بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے بے شمار دیواریں گر رہی تھیں۔ ہم یہ روداد دیکھ رہے تھے، لہٰذا سردی محسوس ہونے لگی اس لئے کوٹ پہن لیا''۔

میر نور علی شاہؒ اس بات کا بھی ذکر کرتے تھے کہ، ''میں نے آپ سے پوچھا کہ کچھ لوگ محفل سے غائب ہو کر پلک جھپکتے دور جا کر ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے''؟ آپ نے فرمایا کہ، '' ایسے لوگ جہاں بیٹھے ہیں وہاں خود کو ''لا'' کے کلمہ سے ''نفی'' کر دیتے ہیں اور پھر جہاں ظاہر ہوتے ہیں وہاں ''الا اللہ'' کے کلمہ سے ''اثبات'' کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ کے خاص خدمت گار ''پیرانہ'' کہتے ہیں کہ، ''کسی خاص سبب سے حضرت غوث عالم اپنے والد کی آخری علالت کے زمانے میں عیادت کے لئے تشریف نہیں لاتے تھے۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ، '' آپ کے دوسرے تمام فرزند آپ کی عیادت کے لئے آتے ہیں لیکن حضرت غوث عالم نہیں آتے۔ اسکی کیا وجہ ہے''؟ آپ نے فرمایا کہ، ''ہم ''میاں جیو'' کو تکلیف دینا نہیں چاہتے''۔ آپ حضرت غوث عالم کو ہمیشہ تعظیم سے ''میاں جیو'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ پھر ایک مرتبہ آپ اپنے والد بزرگوار کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو حضرت محبوب الصمد قدس سرہٗ آپ کو دیکھ کر

بہت خوش ہوئے اور اٹھتے وقت آپ کو لوٹا لانے کے لئے اشارہ کیا۔ حضرت غوث عالم قدس سرہٗ نے لوٹا اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر آپ (خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ) بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ؛ ''آپ کی یہ خدمت قیامت تک کافی ہے''۔

حضرت غوث عالم قدس سرہٗ دو مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ پہلا سفر ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۸۱۳ء میں کیا۔ اس سفر کا مادہ تاریخ ''وذکر اسم ربه ''یعنی'' اپنے رب کے نام سے یاد کر'' سے نکلتا ہے۔ عیدالضحیٰ کے دن تیاری شروع کی اور ذوالحج کی ۱۴ تاریخ ،نماز جمعہ ادا کر کے سفر کا آغاز کیا۔ لوگوں کے اژدھام نے آپ کو شہر سے باہر رخصت کیا ،اور آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے۔ ''کچھ کا رن'' عبور کر کے مانڈوی بندر پہنچے، جہاں سندھ کے امراء و رؤساء آپ کے مرید بنے، وہ بھی آپ کے ساتھ حج پر جانے کے لئے تیار ہوئے اور جماعت کی تعداد سو تک پہنچ گئی۔ بالآخر آپ جہاز پر سوار ہوئے اور مخہ بندر پہنچے۔ آپ کے آنے پر شہر کے معززین اور اکابرین آپ کے استقبال کے لئے بندرگاہ پر آئے تھے۔ دنیائے عرب کے مشہور عالم اور مفتی شیخ محمد عابد مدنیؒ جو آپ سے دلی ارادت رکھتے تھے۔ وہ بھی بندرگاہ پر استقبال کے لئے آپ کے منتظر تھے۔ ایک مرتبہ وہ مدینہ شریف سے لواری شریف کی زیارت کے لئے بھی آئے تھے۔ شیخ عابد روایت کرتے ہیں کہ، ''جب آپ جہاز سے اترے تو دوسرے لوگوں نے آگے بڑھ کر آپ کی دست بوسی کی۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھ سے مصافحہ کیا اور گلے ملے۔ پھر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر میرے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کی اس محبت سے مجھے احساس ہوا کہ، آپ مجھے پہلے سے ہی جانتے ہیں۔ حالانکہ آپ سے میری یہ پہلی ملاقات تھی۔ ایک درویش نے دست بستہ گزارش کی کہ قبلہ! رہائش گاہ اس طرف ہے۔ آپ نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ، ''فلاں ہمیں اپنی رہائش کی طرف لے جا رہے ہیں''۔ پھر دو تین دن تک آپ میرے گھر میں مقیم رہے۔ باقی دن اپنے مریدوں کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر رہے۔ آپ کی محبت اور شفقت کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے طریقت میں داخل ہونے کا

اظہار کیا۔ مجھے تلقین فرمائی۔ سہ پہر کو مجھے ذکر کرنے کی تاکید کی۔ مجھ پر ارادت اس انداز سے غالب ہوئی کہ کچھ دن تو میں اپنی ذات سے بھی غائب رہا۔ میرا ظاہری علم، ارادت میں ضم ہو گیا۔ میں اہل باطن کے مقابلے میں زیادہ محظوظ ہوا اور اس جماعت کے لئے میرا یقین اور پختہ ہو گیا۔ آپ کی بہت سی کرامات دیکھیں۔ میرا یہ اندازہ دو باتوں پر مبنی ہے۔ پہلی یہ کہ باوجود وسیع علم کے میرا دل حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل تھا یہاں تک کہ میں آپ کی صحبت میں شامل ہوا۔ امام اعظمؒ کوفی نے باطنی حق کی تلقین حضرت امام جعفر صادقؓ سے حاصل کی تھی، فرماتے ہیں کہ،''لولا السنتان لھلک النعمان ''یعنی یہ زندگی کے آخری دو سال نہ ملتے تو نعمان ہلاک ہو جاتے۔ دوسری بات جس نے مجھے طریقت میں داخل ہونے کے لئے مجبور کیا وہ آپ کی دنیا سے بے پرواہی تھی۔ ہم عالم لوگ، تصوف کی طرف مائل لوگوں سے زیادہ ارادت نہیں رکھتے۔ میں نے بہت سے افراد کو تصوف کا دعوی کرتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن ان میں کوئی حقیقت نہیں تھی، اس لئے میرا دل ان لوگوں کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے مائل نہیں ہو رہا تھا۔ ایک مرتبہ مصر کے مشائخ میں سے ایک مکہ معظمہ آئے، ان کے ساتھ خاصی جماعت بھی تھی اور مکہ کے اکثر لوگ ان سے رجوع ہوئے۔ ایک دن میں بھی دوسرے عالموں کے ساتھ ان کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ دنیوی نفع پر بہت خوش ہو رہے تھے اور دنیاوی نقصان پر افسوس کر رہے تھے۔ اس مشاہدے سے میرا دل بہت تنگ ہوا اور واپس آ گیا۔ اس دن سے آج تک روم سے شام تک آپ (حضرت خواجہ محمد زمان ثانی) جیسا کسی کو نہیں دیکھا اور پایا میں نے بہت کوشش کی لیکن آپ دنیا کے نفع اور نقصان پر کبھی خوش یا غمزدہ نہیں ہوئے''۔

بالآخر آپ وہاں سے جدّہ پہنچے، جہاں سے سواری کا انتظام کر کے آپ مکہ معظّمہ آئے۔ شہر سے باہر سواری سے اتر کر ایک دو خادم اپنے ہمراہ لے کر پیدل حرم کعبہ میں آئے۔ حافظ ملوکؒ کہتے ہیں کہ،''مقام سعی پر خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کا یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے،

مفلسانہ آمدم در کوئی تو
شی للّٰہ از جمال روئی تو"

اپنی نمود و نمائش سے پرہیز کرتے تھے۔ سندھ میں ٹوپی اور کوٹ پہنتے تھے تو عربستان میں اس ملک کے رواج کے مطابق قمیص اور عمامہ زیب تن کرتے تھے۔ خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں۔

در لباس اهل دنیا کار عقبیٰ می کنند
خرقہ فقراست پنہاں در قبائی نقشبند

اپنے درویشوں کو اپنے اردگرد جمع ہونے سے منع کرتے تھے۔ اس لئے کہ مشہوری نہ ہو۔ اس کے باوجود آپ کے چہرہ کے نور کو دیکھ کر اکثر دوسرے ممالک کے حجاج جو آپ کو جانتے بھی نہ تھے کہتے تھے کہ، "آپ ہند کے سلطان ہیں"۔

آپ اکثر طواف بھی رات کو کیا کرتے تھے۔ دن کو دینی فرائض سے فارغ ہوکر تمام وقت خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ جب مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے تو عصر سے عشاء تک پیدل سفر کیا۔ مدینہ شریف میں پانچ ماہ قیام فرمایا۔ اکثر روضہ رسول ﷺ کے سامنے مراقبہ میں رہتے تھے۔ حافظ ملوکؒ کہتے ہیں کہ، "مدینہ پاک میں سمرقند کی طرف سے آئی ہوئی ایک جماعت جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ سے ارادت رکھتی تھی، اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی۔ اس جماعت کے لوگ حضرت کے درویشوں سے کہتے تھے کہ، "آپ کے پیر میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جن کے متعلق حضرت خواجہ احرارؒ نے "مقامات" میں لکھا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ حضرت ایک مرتبہ ہمارے ملک کو اپنی تشریف آوری سے نوازیں، تاکہ وہاں کے رہنے والے نئے سرے سے فیض اور فائدہ حاصل کرسکیں"۔

رمضان المبارک میں آپ واپس مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ مکہ شریف سے عرفات تک پیدل سفر کیا۔ حافظ ملوکؒ فرماتے ہیں، "سمندر میں تھے تو ایک طوفان نے ہمیں گھیر لیا اور جہاز ایک طرف جھکنے لگا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے اور چیخ و پکار کرنے لگے۔

لیکن آپ حضرت انتہائی سکون سے بیٹھے رہے۔ جہاز کے لوگوں نے تشویش ناک حالت میں آپ سے دعا کے لئے عرض کی، جواب میں آپ نے فرمایا کہ، ''اطمینان رکھو، حق سبحانہ وتعالیٰ خیر کرے گا''۔ کچھ وقت کے بعد طوفان کم ہوا۔ واپسی میں جب حدیدہ پہنچے تو جہازوں کی روانگی کا موسم شروع ہوگیا۔ لیکن آپ نے اپنی روانگی ملتوی کردی اور وہیں رک گئے۔ رفقاء کے چہروں نے ان کی دلی کیفیت واضح کردی کہ وہ واپس جانے کے خواہش مند ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت کی خدمت میں گزارش بھی کی، لیکن قبول نہیں ہوئی''۔ حافظ (ملوکؒ) فرماتے ہیں کہ، ''آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہاں ہم چند دنوں کے لئے محض اس لئے رک گئے ہیں کہ ہمارے بزرگان نے ہمیں سفر کرنے سے منع کیا ہے۔ اس میں یقیناً کوئی حکمت ہوگی۔ وہ دن دور نہیں ہے زندگی بخیر ہم بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے''۔ حافظؒ کہتے ہیں کہ، ''میں نے دیکھا کہ اس دن جماعت کے پاس صرف پانچ ریال باقی رہ گئے تھے اور اس حالت سے ہم پریشان تھے۔ ہم نے یہ حقیقت آپ کی خدمت میں پیش کردی۔ آپ نے فرمایا کہ، ''ابھی ایک دن کا خرچہ موجود ہے (فکر نہ کرو) ہمارے کام سب خدا کے حوالے ہیں''۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اسی دن ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک خطیر رقم پیش کرکے چلا گیا جو ہمارے لئے بہت تھی۔ ہم اس آدمی کو پہچان نہ سکے کہ وہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا''۔

بالآخر آپ اپنی جماعت کے ساتھ ۱۲ شوال ۱۲۳۰ھ کو مانڈوی بندر پہنچے اور اسی مہینے کی ۱۴ تاریخ سہ پہر کو ''وی مکان'' پر پہنچے۔ یہ مقام لواری شریف سے کچھ فاصلے پر ہے۔ رات کو وہیں قیام فرمایا اور علی الصبح وہاں سے نکلے اور مکان شریف پہنچے۔

دوسرے حج کے لئے ماہ صفر سنہ ۱۲۳۸ھ مطابق اکتوبر ۱۸۲۲ء کو لواری شریف سے روانہ ہوئے۔ حافظؒ کہتے ہیں کہ ''جہاز نہ ملنے کی وجہ سے آپ چالیس دن تک مانڈوی بندر میں مقیم رہے۔ روانگی کے وقت اشیاء خورد ونوش وافر مقدار میں اپنے ساتھ لی تھیں۔ مخالف ہواؤں کی وجہ سے توقع سے زیادہ وقت سمندر میں گزرا۔ جہاز کے عملے نے غریب

حاجیوں کو بہت تنگ کیا۔ آپ نے مجھے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ، ''ہمارے کھانے پینے کے سامان میں سے چھوٹے بچوں اور بوڑھوں کو حسبِ ضرورت دیا جائے''۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور بالآخر ہمارے پاس بھی چند دنوں کا سامان رہ گیا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا، '' معلّم سے معلوم کرو کہ کہیں کنارہ قریب ہے''؟ میں نے معلّم سے دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ، ''نعوس'' پہاڑ کا ساحل قریب ہے لیکن وہ بھی چار دن کے سفر کے فاصلے پر ہے''۔ میں نے پوری بات حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ آپ چند لمحوں کے لئے خاموش رہے۔ پھر فرمایا، ''اٹھو جا کر دیکھو کوئی قلعہ تو نظر نہیں آ رہا ہے''۔ میں اٹھ کر باہر آیا، لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ پھر دوسری مرتبہ آپ نے حکم دیا، میں پھر باہر گیا اور دور تک نظر دوڑائی تو مجھے کوئی چیز بادل کی طرح نظر آئی۔ آپ یہ سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے، ''یہ نعوس ہے''۔ میں نے معلّم کو آگاہ کیا۔ وہ مجھ پر ناراض ہوئے اور غصے سے کہنے لگا کہ، ''نعوس پہاڑ یہاں سے ایک سو کوس کے فاصلے پر ہے''۔ المختصر میں خاموش رہا۔ چند لمحوں کے بعد پہاڑ نمودار ہوا، اسی وقت آپ حضرت نے مجھے حکم دیا کہ، ''جاؤ اور ناخدا سے کہو کہ جہاز کا رخ اس طرف موڑ دے تاکہ لوگ وہاں سے پانی وغیرہ لے سکیں''۔ میں نے یہ بات جب ناخدا سے کی تو وہ کہنے لگا'' کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ اس وقت ہوا کا رخ بھی صحیح ہے اگر پہاڑ کی طرف گئے تو پھر سفر ختم نہ ہوگا۔ بس دو دنوں کی تکلیف ہے لیکن زیادہ سفر طے ہو جائے گا''۔ میں نے یہ پورا قصہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مجھے پھر ناخدا کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ، ''اس سے جا کر کہو کہ خلقِ خدا بہت پریشان ہے، ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے''۔ میں نے ناخدا کو بہت سمجھایا لیکن اس نے میری کوئی بات نہیں مانی۔ ناخدا کا رویہ آپ حضرت پر بارِ خاطر ہوا اور فرمایا کہ، ''اگر نہیں مانتا تو چھوڑ دو یہ جہاز خدا کے سپرد ہے۔ وہ جو چاہیں گے ہوگا''۔ حافظؒ کہتے ہیں کہ اسی لمحے مخالف سمت کی ہوا شروع ہو گئی۔ ملاحوں کی کوشش بیکار ہوئی اور بیڑہ میٹھے پانی سے جا کر لگ گیا۔ پھر جب بندرگاہ پر پہنچے تو آپ جہاز سے اترے اور فرمایا کہ، ''یہ جہاز والا شخص

انصاف والا نہیں ہے، ہمیں یہ نہیں چاہئے''۔ پھر اسے چھوڑ دیا اور کرائے کے دیئے ہوئے پیسے بھی واپس نہیں لئے۔ دوسرے جہاز کے نہ ملنے کی وجہ سے آپ چند دن وہاں رہے۔ ایک دن مجھے فرمایا کہ،''جاؤ باہر جا کر دیکھو کوئی کشتی تو نظر نہیں آ رہی''؟ باہر مجھے کوئی بھی کشتی نظر نہیں آئی، پس میں واپس آ گیا۔ پھر ایک گھنٹے کے بعد آپ کے حکم کے مطابق پھر گیا۔ باہر آیا تو مجھے بادبان نظر آئے۔ میں نے واپس آ کر گزارش کی کہ،''قبلہ کشتی تو ہے لیکن پتہ نہیں کس سمت کو جا رہی ہے''۔

آپ نے فرمایا کہ،''یہ کشتی ہمارے لئے ہی آ رہی ہے''۔ میں نے جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہ کشتی اسی جانب جا رہی ہے، جس طرف ہمارے سفر کا ارادہ تھا۔ کشتی والا نیک آدمی تھا۔ حضرت قدس سرہٗ کے خادمین کے ساتھ انتہائی نیازمندی، خلوص اور پیار سے پیش آتا رہا۔ ایک عزیز کہتا ہے کہ،''ایک مرتبہ اس کشتی میں آپ قدس سرہٗ نماز ادا فرما رہے تھے اور میں آپ کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے دل میں اپنے گھر کا خیال آیا میں کچھ فکر مند سا ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے فرمانے لگے،''سفر کا ارادہ کرنے کے بعد پیچھے کا خیال نہیں کرنا چاہئے''۔

جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو فرمایا کہ،''یہاں نئے آنے والے لوگ تین دن میں جو بھی دعا مانگتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے''۔ درویشوں نے عرض کی کہ،''کس نوعیت کی دعا مانگنی چاہئے آپ نے فرمایا کہ،''طالب کو حق تعالیٰ کے حضور کی ضرورت ہے اس لئے اسے وہی مانگنا چاہئے''۔

ایک دن آپ کی مجلس میں حج کا ذکر نکلا۔ آپ نے فرمایا کہ،''حاجی تین قسموں کے ہوتے ہیں، ایک تو دیواروں اور دروازوں پر نقش و نگار دیکھنے پر اکتفا کرتے ہیں، دوسرے ان نقش و نگار کو دیکھنے کے ساتھ وہ کچھ ارادہ بھی رکھتے ہیں کہ کچھ فیض بھی حاصل کر لیں، تیسرے گروہ کا کام ہی علیحدہ ہے''۔

حافظؒ یہ فرماتے ہیں،''اس سفر میں آپ اپنے رفقاء میں سے کچھ کو تنبیہ کرتے تھے

کہ تم لوگوں کو کیا ہوا ہے۔ اپنے ملک اور اہل و عیال کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہو۔ سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں، اس کے باوجود بھی اپنا وقت غفلت میں ضائع کرتے ہو"۔

ایک مرتبہ جے پور سے جوگیوں کا ایک گروہ زیارتیں کرتا ہوا سیہون آ پہنچا۔ سیہون میں ان کے سربراہ نے کسی سے حضرت غوث عالم قدس سرہ' کی تعریف سن لی، اس مہنت کے دل میں آپ کی زیارت کا زبردست شوق پیدا ہوا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر، دو خادموں کے ساتھ پیدل بدین پہنچا۔ پھر خادموں کو بدین میں چھوڑا اور خود تنہا لواری شریف پہنچا۔ حضرت نے اس کو اپنی طریقت میں شامل کیا۔ ایک ہی نظر میں اسے مالا مال کر دیا۔

شیخ کامل بود طالب مشتہی
مرد چابک بود و مرکب کہی

یعنی جس طرح گھوڑا تیز اور طاقت والا ہے اور سوار بھی چست و ہوشیار ہے تو پھر وہ سونے پر سہاگے کے مترادف ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر مرشد کامل ہے اور طالب بھی فیض حاصل کرنے کی چاہت رکھتا ہے تو پھر اس جیسی کوئی اور بات نہیں ہوتی۔

مکان شریف میں ایک فقیر تو فقید افیون کا عادی تھا۔ ایک دن صبح کو وہ کہنے لگا کہ" رات میں اپنی عادت سے مجبور ہو کر افیون کھانے لگا تو اچانک علم پاک کی طرف سے سفید لباس میں ملبوس دو اشخاص ظاہر ہوئے اور میری طرف بڑھنے لگے، اور مجھ سے ایک قدم کے فاصلے پر آ کر رک گئے۔ اس دوران میں نے تھوڑی افیون بھی کھالی۔ وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ، "ہم تمہیں یہاں تک لے آئے پھر بھی تم نے یہ علت ترک نہیں کی"۔ یہ کہنے کے بعد وہ دونوں غائب ہو گئے پھر میں سمجھ گیا کہ یہ ارواح تھیں۔ اس کے بعد میں نے توبہ کر لی اور باقی افیون آگ میں ڈال دی۔

بہت سے ہندو بھی حضرت غوث عالم قدس سرہ' کے مریدین میں شامل تھے۔ انہیں آپ پہلے خلوت میں کلمہ شہادت کی تلقین کرتے اور پھر انہیں طریقت میں داخل کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک درویش کو دیکھا جس کے ہاتھ میں مولوی جلال الدین رومیؒ کی مثنوی تھی اور وہ اس کے مطالعے میں مصروف تھا۔ آپ قدس سرہ' نے ان سے فرمایا کہ، ''محض کتابیں پڑھنے سے خدا حاصل نہیں ہوتا، طالب کو اپنا دل خدا تعالیٰ کی طرف بھی رجوع کرنا چاہئے''۔ مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی کے آخر میں لکھا ہے کہ، ''میں نے مثنوی اس لئے نہیں لکھی کہ لوگ اسے حمائل شریف کی طرح گلے میں ڈال کر پھریں۔ بلکہ یہ مثنوی ''حقیقت'' کی ایک سیڑھی ہے، جس پر پیر رکھ کر آسمان پر چلے جاؤ، نہ کہ سیڑھی کو گلے میں ڈال کر ایک شہر سے دوسرے شہر تک پھرتے رہو، یوں کرنے سے مقصد حاصل نہیں ہوگا''۔

انر دبان آسمانست ایں کلام

ھر کہ از ایں بر رود آید ببام

نے ببام چرخ کاں اخضر بود

بل ببامے کز فلک بر تر بود

یعنی یہ کلام (مثنوی مولانا رومؒ) آسمان کی سیڑھی ہے، جو اس پر چڑھے گا وہ چھت پر پہنچے گا یعنی اپنے اعلی مقصد میں کامیاب ہوگا۔ گرچہ آسمان کی چھت بڑی نظر آتی ہے، لیکن تم اس چھت پر چڑھو جو آسمان سے بھی اوپر ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ، ''بعض مشائخ نے اس دنیا میں اپنے لئے خدا سے کوئی سوال نہیں کیا ہے، محض اس لئے کہ اگلے جہاں میں ان کی شفاعت قبول ہو''۔

میر نور علی شاہؒ کہتے ہیں کہ، ''ایک شخص کو طریقت کی راہ پر چلنے کا بڑا شوق تھا۔ بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن کہیں بھی اس کا دل نہیں لگا۔ بالآخر اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اسے تلقین دوں۔ طوعاً و کرہاً میں نے اسے مشغول کیا، اس شخص نے بھی اس مشغولی میں خود کو قائم رکھنے کا وعدہ کیا۔ ابھی عروج پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ مجھ سے اجازت لی اور ''مرونڈ'' چلا گیا۔ ایک دن حضرت قدس سرہ' کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس شخص کی مجھے

یاد آئی۔ آپ کے حضور میں عرض کی کہ، ''قبلہ! توجہ فرما کر دیکھیں کہ وہ شخص اب کس منزل پر ہے''۔ دوسرے دن آپ قدس سرہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ، ''تم نے اپنے مرید کی کوئی خبر گیری کی ہے''؟ میں نے گزارش کی کہ، ''حضور قصہ کیا ہے''؟ فرمایا کہ، ''وہ شخص اس وقت کابل میں ہے، جو کچھ تم نے اسے سلوک کی راہ میں سکھایا ہے، وہ سب بُھلا بیٹھا ہے''۔

میر محمود بہرام شہید نے بتایا کہ، ''میری اہلیہ کو اچانک خناق کا عارضہ ہو گیا۔ بیماری اس قدر بڑھ گئی کہ ہم سب اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ میری بیوی بھی اپنی موت کو قریب دیکھ کر مجھے اور اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کرنے لگی کہ، ''میری بڑی لڑکی شادی کے لائق ہے اس کا ہر طرح سے خیال رکھنا''۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ حضرت قدس سرہ وہاں تشریف لے آئے ہیں اور مجھے اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ، ''تم فکر مند نہ ہو، ہم تمہارے ساتھ ہیں''۔ میں یہ حیرت ناک واقعہ دیکھ کر اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ، ''تم فکر نہ کرو حضرت (غوث عالم قدس سرہ) خود یہاں موجود ہیں''۔ میرا یہ کہنا تھا کہ حضرت وہاں سے غائب ہو گئے لیکن آپ کی تشریف آوری سے گھر کے تمام افراد کو تسلی ہوئی کہ اب خیریت ہے اور ہوا بھی ایسے ہی کہ میری بیوی اس مہلک مرض سے شفایاب ہو گئی''۔

میر نور علیؒ نے بتایا کہ، ''میری اہلیہ اپنی آخری بیماری میں کہنے لگی کہ، ''سخت وقت درپیش ہے، ڈرتی ہوں کہ نہ جانے خاتمہ کیسے ہو گا''۔ میں نے کہا، ''کوئی خوف نہ کرو۔ حضرت (قدس سرہ) وقت پر آ جائیں گے اور اپنی کرامت سے تمہارا خاتمہ بالخیر ہو جائے گا''۔ پھر میں متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ تشریف فرما ہوئے۔ میں نے گزارش کی کہ ''حضرت خواجہ کلاں اور حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہ بھی تشریف فرما ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ، ''تم نے ان برگزیدہ ہستیوں پر اعتماد نہیں کیا اور میری طرف متوجہ ہوئے''۔ میں نے عرض کی کہ، ''ان کو آپ ہی کی تلقین ملی ہوئی ہے''۔ آپ نے فرمایا کہ، ''ان بزرگان کی تشریف آوری بھی میری تلقین کی وجہ سے ہی تھی۔ لیکن ایمان کو پختہ رکھنا ہی کافی ہوتا ہے''۔

حضرت غوث عالم قدس سرہٗ

شیخ عالیؒ نے کہا کہ، ''حضرت کو بہت ہی دکھی دل سے عرض کی کہ میں آپ کو اس جہاں کے لیے آمادہ دیکھ رہا ہوں، لیکن یہ وقت آپ کے جانے کا نہیں ہے''۔ آپ نے فرمایا، ''حضرت سلیمان علیہ السلام کو اتنی بڑی بادشاہی عطا کی گئی تھی، وہ بھی تو آخر چلے گئے۔ یہ جہان تو فانی ہی ہے''۔ میں نے گزارش کی کہ، ''یہ تقدیر کسی دوسرے وقت کے لئے تبدیل ہو، تاکہ حضرت غوث مدنی بڑے ہو جائیں''۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ، ''بڑے اور چھوٹے سب کا پالن ہار ایک ہی ہے''۔

حافظ ملوکؒ کہتے ہیں کہ، ''صفر کی ۱۶ تاریخ سنہ ۱۲۴۷ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۸۳۱ء کو وصیت فرمائی کہ، ''حافظ سعد اللہؒ کو کہنا کہ مجھے غسل دے۔ میری قبر حضرت خواجہ کلاں کے مزار کے مشرق کی جانب کرنا اور جتنا بھی ہو سکے ادب کے لحاظ سے میری قبر کو نیچے کرنا''۔ حافظ سعد اللہؒ قرآن کے قاری اور آپ کے مرید تھے۔ حضرت رمضان المبارک میں قرآن ان کے پیچھے پڑھتے تھے۔ ان کا گاؤں مکان شریف سے دو دن کے فاصلے پر تھا اور وہ وہیں مقیم تھے۔ ۱۶ تاریخ کو آپ نے خود ہی روحانی طور پر ان کو اطلاع دی تھی۔ حضرت غوث عالم قدس سرہٗ نے ۱۷ تاریخ بروز بدھ شفق کے وقت وصال فرمایا۔ حافظ سعد اللہؒ بھی آن پہنچے اور جمعرات کی صبح آپ کو غسل دیا۔ آپ کی مادہ تاریخ اس عبارت سے نکلتی ہے۔

''گفت ھاتف، برب خلوت او''

یعنی غیب سے آواز آئی کہ آپ اپنے رب سے جا ملے۔

تیسرے دن آپ کے فرزند حضرت خواجہ غوث مدنی قدس سرہٗ نے حافظ سعد اللہؒ سے پوچھا کہ، ''آپ عین وقت پر کیسے پہنچے''۔ کہنے لگا کہ، ''۱۶ صفر کی صبح کو میں کسی کام سے جلدی گھر سے نکلا۔ اہلیہ سے کہا کہ میں سورج طلوع ہونے سے پہلے واپس آ جاؤں گا۔ میری بیوی نے مجھے بتایا کہ تمہارے جانے کے بعد باہر سے آواز آئی کہ، ''حافظ سعد اللہ گھر میں ہو تو باہر آ جاؤ''۔ میں نے آواز پہچانی کہ وہ حضرت غوث عالم قدس سرہٗ کی تھی۔ دوسری بار آواز آئی تو میں دروازے پر گئی تو دیکھا کہ حضرت غوث عالم قدس سرہٗ موجود تھے۔ میں

دو چار قدم بڑھ کر زمین پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے احتراماً آپ کے پاؤں کو چوما، آپ نے پوچھا کہ، ''کیا حافظ نہیں ہیں''؟ میں نے عرض کی کہ، ''قبلہ بس اب آنے ہی والا ہے''۔ آپ نے فرمایا کہ، ''جیسے ہی آئے اسے ہماری طرف بھیج دینا''۔ یہ فرما کر آپ میری آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ میں نے اس جگہ پر اپنی آنکھوں سے آپکی صورت اور جسم کو دیکھا تھا''۔ حافظؒ کہتے ہیں کہ، ''یہ بات سن کر مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ آپ نے مجھے اس طرح کیوں بلایا ہے''؟ کھانا تیار تھا جیسے تیسے کھایا اور پیدل روانہ ہوا۔ دوپہر کو کوٹ شاہ کے قبرستان کے پاس پہنچا۔ یہاں میرے نانا عیدوؒ کی قبر ہے۔ حافظ عیدوؒ نے حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ کو غسل دیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کچھ آرام کرلوں، دن کی تپش کم ہو گی تو سفر کروں گا۔ میں اپنے نانا کی قبر کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ مراقبے میں خاکی آنکھوں سے دیکھا کہ حافظ کمر تک اپنی قبر سے باہر آگئے ہیں اور مجھے دیکھ کر کہنے لگے، ''تمہیں طلب کیا گیا ہے اور تم ابھی تک یہیں بیٹھے ہوئے ہو''۔ میری عقل حیران رہ گئی۔ پیدل دوڑنے لگا اور بالآخر شام کو یہاں پہنچ گیا''۔

سبحان اللہ! آپ کا ظاہری خاکی وجود، بے ہوشی کے عالم میں نظر آ رہا تھا۔ کبھی کبھی کھول کر دیکھتے تھے اور باطن میں کہاں کہاں کے فوت شدہ اور زندہ لوگوں کی خبریں دے رہے تھے۔

حضرت خواجہ عبدالطیف صغیرؒ

آپ حضرت غوث عالم کے چھوٹے بھائی اور حضرت محبوب الصمد قدس سرہ' کے فرزند تھے۔ وقت کے عارف اور کامل ولی تھے۔ ایک زمانے میں آپ پر ایسی واردات طاری ہوئی کہ آپ مجذوب بن گئے۔ ایک مرتبہ سردیوں کی رات میں آپ پر جذب کی حالت طاری ہوئی تو آپ ننگے پاؤں، جسم اور سر، باہر گلیوں میں پھرنے لگے اور یہ شعر بار بار پڑھتے رہے۔

گل را چہ مجال است کہ گوید بہ گلال

از بہر چہ می سازی وز بہر چہ می شکنی

یعنی مٹی کی کیا مجال ہے جو کمہار کو کہے کہ مجھے کس لئے بناتے ہو اور کس لئے توڑتے ہو۔

ایک دن ایسی ہی جذب کی کیفیت میں حضرت (غوث عالم قدس سرہٗ) سے کہنے لگے، "اگر اجازت ملے تو "سچ" کو جھوٹ سے علیحدہ کر دوں"۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ، "تم اس کام کے لئے نہیں آئے ہو۔ اس کام کے لئے خاص مہدی موعود مخصوص ہے"۔

ایک دن آپ نے کہا کہ، "مکان شریف کا تقدّس بہت زیادہ ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہم ایسا نہیں کرتے، شیخ محکم الدین سیلانیؒ جب اس مکان شریف سے گزرے تھے تو یہاں کسی قسم کی آبادی نہیں تھی، پھر بھی برہنہ پا یہاں سے گذرے تھے۔ اس کی وجہ جب آپ سے پوچھی گئی تو آپ نے کہا تھا کہ، "یہ جگہ ایک ایسے بزرگ کا مسکن ہے، جو جہاں کے امام ہوں گے"۔ شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ بھی مکان شریف میں کبھی بھی بے وضو نہیں رہے، اور اپنے منہ کا لعاب بھی اپنے کپڑوں میں رکھتے تھے، اس زمین پر نہیں پھینکتے تھے، اور یہاں جوتی بھی نہیں پہنتے تھے"۔

حضرت شیخ عبداللطیفؒ کو حضرت غوث عالم قدس سرہٗ کی طرف سے تین مرتبہ طالبوں کو طریقت میں داخل کرنے کی اجازت ملی تھی، اور حضرت (غوث عالم) قدس سرہٗ سے کمال محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت غوث عالم قدس سرہٗ سے مخاطب ہو کر کہا کہ، ''خواب میں ایک واقعہ دیکھا ہے کہ ہم دونوں بھائیوں میں سے ایک انتقال کر جائے گا۔ چونکہ جہاں کا انحصار آپ کے وجود شریف سے وابستہ ہے اس لئے آپ سلامت رہیں، اور اپنا جانا قبول کر لیا ہے''۔ قدرت الٰہی! جلد ہی ہیضہ پھیلا اور اسی وبا میں آپ نے وصال فرمایا۔ وفات کے وقت حضرت غوث عالم قدس سرہٗ آپ کے سرہانے آن کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ جواب میں کہا۔

من بجاں گر فنا شدم چہ غم است
غرض اندر میاں سلامت تو است

(یعنی اگر میں وفات کر گیا تو کیا غم ہے کیونکہ مقصد تو وہ ہی ہے کہ آپ سلامت رہیں)

یہ کہہ کر قبلہ رخ ہوئے اور مسکرائے۔ اس وقت حضرت غوث عالم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اب انہیں سیدھا کر کے لٹاؤ۔ حضرت کے حکم کی تعمیل ہوئی تو آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کے وصال کی تاریخ ۱۵ شعبان سنہ ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۸۲۱ء ہے۔ اس واقعے کی تاریخ مادہ اس شعر سے نکلتی ہے۔

سال آں بکمال خاکی
گفت ہاتف امیں بجنت رفت

حضرت شیخ عبدالرحیم گرھوڑیؒ

حضرت عبدالرحیم گرہوڑیؒ اپنے دور کے بے نظیر عجوبہء روزگار اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے کامل خلفاء میں سے تھے۔ ظاہری علوم میں بھی بلند مرتبہ کے صاحب تھے۔ آپ کے ظاہری علوم کی کیفیت یہ تھی کہ ٹھٹہ سے ملتان تک آپ کے مقابلے کا کوئی بھی عالم موجود نہیں تھا۔ ان کی طریقت کی ابتدا اس طرح ہوئی۔

ایک مرتبہ ایک درویش کو لواری شریف جاتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا کہ "کہ اپنے پیر سے پوچھنا کہ ہمارے پیغمبر جس راہ پر تھے وہ دوسروں کے لئے کھلی ہوئی ہے یا صرف حضور ﷺ کے لیے مخصوص تھی"۔ درویش جب (حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ کی خدمت میں) پہنچا تو وہ گرہوڑیؒ کی کہی ہوئی بات بھول گیا۔ جب واپس جانے لگا تو حضرت خواجہ (محمد زمان قدس سرہٗ) صاحب نے اس درویش سے پوچھا کہ "فلاں نے تم سے کیا کہا تھا"؟ اس وقت درویش کو یاد آیا اور مکمل حقیقت آپ کی خدمت میں دہرادی۔ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ نے اس درویش سے فرمایا کہ "تم اس سے جا کر کہو کہ جس طرح بغداد کے خلیفہ کے لئے ایک پل تعمیر کروایا گیا تھا جواب بھی قائم ہے، اور ہر کوئی وہاں سے گزر رہا ہے۔ اسی طرح سردار دو جہاں ﷺ کے لئے بھی گویا ایک پل تعمیر کروایا گیا تھا وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ لیکن حضور ﷺ کا وہاں سے گزرنا خاص آپ ﷺ کی شان اور دستور کے مطابق تھا۔ سلطان کے پیچھے اس کے لشکر کا گزرنا بھی انہی کے شان اور رواج کے مطابق ہے"۔ جب گرہوڑی صاحبؒ نے یہ جواب سنا تو ظاہری علوم کے مناظرے اور بحث کو چھوڑ کو لواری شریف چلے آئے۔

وہ خود کہتے تھے کہ "طریقت میں داخل ہونے کے بعد جلد ہی حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت مجھ پر واضح ہوئی۔ مٹی کا گوندھنا اس میں روح ڈالنی اور اس کا دماغ تک پہنچنا اور اس وقت چھینک دینا۔ یہ تمام باتیں مجھ پر واضح ہوگئیں"۔

شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ نے بات کی کہ "میں ایک دن خواجہ بزرگ قدس سرہ' کی خدمت میں حاضر تھا۔ عصر کی نماز کا وقت بہت ہی زیادہ ضعیف ہوگیا۔ میں نے نماز پڑھنے کے لئے گزارش کی۔ آپ نے فرمایا "ہمارے مشائخ نے عصر کی نماز کو کچھ تاخیر سے پڑھا ہے"۔ عرض کی کہ "فرائض کی ادائیگی میں مشائخ کی پیروی کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔ چند لمحے توقف فرما کر آپ قدس سرہ' نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔ پھر میری طرف رخ کرکے فرمانے لگے کہ "بڑی عمر اور جسمانی ضعف کی وجہ سے ہمیں نماز میں تاخیر ہو ہی جاتی ہے"۔ شیخؒ نے کہا کہ "اس بے ادبی کی وجہ سے ہمیشہ عصر کی نماز پڑھنے میں مُجھ سے تاخیر ہو ہی جاتی تھی"۔

ایک مرتبہ اصحاب کے درمیان مجلس جاری تھی۔ باتوں کا سلسلہ آ کر حسین بن منصور حلاج تک پہنچا۔ آدھی رات کا وقت تھا جب منصور کے قتل کے حالات پر پہنچے تو حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' درویشوں کے پاس آئے۔ ان کی یہ گفتگو سن کر آپ نے فرمایا کہ "یہ منصور ہی تھے جنہوں نے خود کو پھانسی پر چڑھایا لیکن ہم اپنے مریدوں کو یوں پھانسی کے حوالے نہیں کریں گے"۔ آپ کا یہ ارشاد اس وقت بالکل صحیح ثابت ہوا جب شیخ عبدالرحیمؒ کچھ علماء سے مناظرہ کے لئے گئے۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے وصال کے بعد شیخؒ پورا ایک سال حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہ' کی خدمت میں رہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن شیخؒ پر ایسی واردات طاری ہوئی کہ ڈھول والے کو طلب کیا گیا اور اسے کہا کہ "شہر میں یہ منادی کردو کہ آج جو شخص بھی میری بیعت کرے گا کل یوم قیامت میں اس کا ضامن بنوں گا اور اس پر دوزخ حرام کرواؤں گا"۔

جب میر بجار خان نے کلہوڑوں سے مقابلے کی تیاری شروع کی تو شیخ عبدالرّحیم سے مدد طلب کی۔ شیخ نے کہا کہ "تمہاری کامیابی کا انحصار چند شرائط پر ہے اگر ان شرائط پر پشت بہ پشت عمل ہوتا رہا تو حکومت تا قیامت جاری رہے گی"۔ یہ تمام شرائط اہل دین کے فائدے کے لئے اور کفر و بدعت کے خاتمے کے لئے تھیں۔ المختصر تالپور امیروں نے یہ شرائط تحریری طور پر تسلیم کیں اور ان پر مہر ثبت کی گئی۔

ایک عزیز بتاتے ہیں کہ اس وقت میں موجود تھا وہاں دو شخص آئے انہوں نے میر صاحبان سے کان میں کچھ کہا۔ حضرت شیخؒ میر صاحب سے مخاطب ہوئے کہ، "یہ لشکر تمہارے عیال کی طرح ہے جو اپنا سر تم پر قربان کرنے کے لئے راضی ہو کر آئے ہیں ان سے کچھ چھپانا منافقت ہے"۔

میر صاحب حضرت شیخؒ کو لشکر سے کچھ دور لے گئے اور عرض کی کہ "یہ دو شخص ہمارے جاسوس ہیں جو ابھی مخالف فوج سے ہو کر آئے ہیں۔ بتا رہے ہیں کہ مخالف لشکر کی تعداد پچاس ہزار ہے۔ جس کا سپہ سالار ایک سرکش اور ظالم شخص پیروز پتافی نائی ہے۔ اسی لئے ان کی بات کو ہم نے مخفی رکھا کہ ہماری فوج چار ہزار اشخاص پر مشتمل ہے، اس لئے میں نے خیال کیا کہ یہ بات سن کر کہیں ہماری فوج خوفزدہ نہ ہو جائے"۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اگر مخالف پچاس لاکھ بھی ہوں گے تو بھی فتح آپ کی ہوگی"۔ پھر آپ نے ایک سپاہی کی داڑھی پکڑ لی اور فرمایا کہ، "یہ پیروز تپافی کا سر ہے"۔ اور وہ اس وقت تک نہیں چھوڑی جب تک میر بجار خان نے خود نہ پکڑ لی۔ شیخ میر صاحب کے ساتھ ایک کوس کے فاصلے تک خود گئے۔ ایک لکڑی پر چادر کا ٹکڑا باندھ کر میر بجار سے کہا کہ، "یہ اسلام کا جھنڈا ہے"۔ میر صاحب نے عرض کی کہ، "قبلہ لشکر کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمایا کہ، "میں لشکر کے لئے دعا گو ہوں اب آگے بڑھو"۔ پھر شیخ میدانِ جنگ سے ہٹ کر ایک طرف بیٹھ گئے اور وہیں سے مقابلہ دیکھتے رہے۔ کچھ وقت کے بعد اٹھے اور اپنی جگہ کو ہاتھوں سے جھاڑو دے کر صاف کیا اور مشک سے اس پر خود ہی چھڑکاؤ کیا۔ پھر بہت ہی ادب سے دوزانو ہو کر کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ اس کے بعد اٹھ کر فرمایا کہ، "دونوں امام میری گزارش پر تشریف لائے تھے اور ابھی فتح کی مبارک دے کر روانہ ہوئے ہیں"۔ تھوڑی ہی دیر میں لشکر سے ایک قاصد آیا جس نے میر بجار خان کی فتح کی نوید دی اور یہ بھی بتایا کہ پیروز پتافی کو اس شخص نے قتل کر دیا ہے جس کی داڑھی کو شیخؒ نے پکڑا تھا۔ اس کامیابی پر آپ نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس فتح کو اسلام کی فتح سے موسوم کیا۔

جب میر فتح علی کے بڑے بیٹے میر الھیار تخت نشین تھے تو ایک مرتبہ شیخؒ اسی جگہ سے گزرے جہاں میر صاحب کا دربار لگا ہوا تھا۔ حضرت شیخؒ کو دیکھ کر میر صاحب تخت سے

اترے اور دو چار قدم آگے استقبال کے لئے بڑھے۔ تخت کے چاروں طرف بے انداز سپاہی کھڑے تھے۔ جب میر صاحب شیخؒ کے قریب پہنچے تو شیخؒ نے انہیں ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا، جس سے میر صاحب کا سر پر باندھا ہوا صافہ گر گیا۔ دوسرے تھپڑ کے لئے شیخؒ نے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ سپاہی درمیان میں آگئے۔ میر صاحب نے سپاہیوں کو روکا لیکن ان کے آنے کی وجہ سے شیخؒ ان کو دوسرا تھپڑ مار نہیں سکے۔ حضرت شیخؒ صاحب نے فرمایا کہ، ''حکومت کی ہوا دماغ میں بھر گئی تھی۔ ایک ہی تھپڑ سے اسے دنیا سے آزاد کر دیا ہے۔'' اس لئے میر الھیار خان نے باقی عمر مجذوب ہو کر کاٹی۔

شیخؒ انتہائی با کمال عالم تھے اور عام رواجی فقہی کتابوں پر اعتماد نہیں رکھتے تھے۔ ہمیشہ اپنے فہم و فراست سے کام لیتے تھے۔ شیخؒ کے اپنے فہم و عقل سے فیصلے کرنے کی وجہ سے اس وقت کے کچھ عالموں نے بدعتی ہونے کی فتوائیں لکھیں کہ، ''یہ شخص دین کے فیصلوں کو اپنی رائے کے مطابق حل کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دین میں بدعت پیدا کر رہے ہیں''۔ اور اس پر متفق ہوئے کہ اسے تعزیر دی جائے۔ اس ارادے سے سندھ کے دار السلطنت خدا آباد میں آ کر جمع ہوئے اور شیخؒ کو بھی بلوالیا۔ شیخؒ جانے پر آمادہ ہوئے، لیکن ساتھ ہی یہ کہلوا بھیجا کہ، ''ایک عالم جو سید ہو اسے منصف مقرر کیا جائے۔ ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ مباحثہ نہیں کیا جائے گا بلکہ سب مل کر اپنے میں سے کسی ایک کو عالم منتخب کریں جو مجھ سے مباحثہ کرے اور دوسرے اس کی معاونت کریں اور کتابوں سے حوالے اور عبارتیں نکال کر دیں''۔ وقت کے حاکم اور عالموں نے یہ شرائط قبول کیں اور سید جمال شاہ کو منصف منتخب کیا جو گھوٹکی کے رہنے والے تھے۔ (۱)

حضرت شیخؒ جب خدا آباد پہنچے تو اپنے ساتھیوں کو اس آیت مبارکہ ''لا تـــــد

---

(۱) یہ مناظرہ خدا آباد (اس وقت سندھ کا دار الحکومت، ضلع دادو) میں ہوا، جہاں پورے سندھ کے علماء آ کر جمع ہو گئے تھے۔ شیخ گرہوڑی کے لئے کہا گیا کہ وہ بدعتی شخص ہیں۔ شیخ گرھوڑی نے اس کے لئے قرآن اور حدیث سے مدلل جوابات دیئے۔ منصف نے بالآخر فیصلہ دیا کہ، ''گرہوڑی میں بدعت کہاں سے آئی۔ یہ تو قرآن اور حدیث کے نور ہیں''۔

خلوا من باب واحد اود خلو من ابواب متفرقه "یعنی ایک دروازے سے داخل نہ ہو بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہو کے مطابق حکم دیا کہ علیحدہ علیحدہ مقررہ مسجد میں پہنچیں اور خود تنہا رواجی لباس میں گدڑی بغل میں اور چادر سر پر جس سے دستار کا طرہ نظر آ رہا تھا' مسجد میں داخل ہوئے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی پانی طلب کیا اور کہا کہ، " میں پانی پیوں گا"۔ عالموں نے منع کیا۔ اس پر شیخؒ نے فرمایا "میں مسافر ہوں"۔ عالم کہنے لگے" پھر بھی منع کرنا بہتر ہے"۔ اس پر آپ نے قرآن پاک سے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی "ومن کان مریضاً اوعلی سفر فعدة من ایام اخره" یعنی اگر کوئی بیمار ہے، یا سفر میں ہے تو پھر روزے دوسرے دنوں میں قضا کر کے رکھ سکتا ہے اور یہ حدیث بھی پڑھی "الصائم فی السفر کالمنفطر فی الحضیر" یعنی سفر میں روزہ رکھنا ایسے ہے جیسے روزہ افطار کرنے والا گھر میں ہے۔ آپ کے خادموں میں سے ایک نے پانی لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ پانی پی کر آ کے بیٹھے۔ اس وقت عالموں نے انہیں پہچانا کہ یہ ہی شیخ عبدالرحیمؒ ہیں۔ منصف ان سے کہنے لگے کہ، "رمضان المبارک میں پانی پینا بے شک بدعت ہے"۔ شیخؒ نے منصف سے پوچھا کہ، "حضرت رسول اللہ ﷺ نے جب اونٹ پر سوار صحابہ کرام کو جمع کر کے پانی پیا تھا کیا وہ بھی بدعت تھی"؟ اسی اثنا میں شیخؒ کے شہر میں پہنچنے کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ شہر کے اکابرین، فاضل، دربار کے امراء اور مشیر بھی آ کر مسجد میں جمع ہوئے۔ مباحثہ ظہر سے عصر تک جاری رہا۔ علماء کتابیں کھول کھول کر سوالات کرتے گئے اور آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کے جوابات دیتے گئے اور بار بار امین سے کہتے جاتے تھے کہ، "منصف انصاف کرو کیونکہ میں قرآن مجید اور حدیث شریف کے مطابق دلیل دے رہا ہوں۔ اس کے بعد صحابہ کے اجماع اور مجتہدوں کے قیاس کے مطابق جواب دے رہا ہوں۔ ایسے ویسے فقیہہ کے قول کو خاطر میں نہیں لاتا"۔ اسی دوران ایک طالب علم نے کہا کہ، "مخدوم محمد ہاشم نے اس طرح لکھا ہے"۔ حضرت شیخؒ نے ایک دوات اٹھا کر اسے دے ماری اور کہا کہ، "اس کے سکھائے ہوئے درخت بھی ابھی تک پھر سے

ہرے نہیں ہوئے۔ اگر دوسری کوئی دلیل نہیں ہے تو چوتھے درجہ کی دلیل (قیاس) ہی لے آؤ ورنہ بے ہودہ گفتگو مت کرو"۔ یہ طالب علم شیخؒ کی چوٹ سے ہدایت کو پہنچے اور طریقت کے صاحب ہوئے۔ الغرض عالم جواب دینے سے قاصر اور عاجز ہوئے اور سید منصف نے واضح کیا کہ، "اس شخص میں بدعت کہاں سے آئی یہ تو بذاتِ خود قرآن اور حدیث کا نور ہے"۔ پھر شیخؒ سے بیعت ہو کر مرید بنا۔ حضرت شیخؒ نے اسے حکم دیا کہ، "فوراً اپنے گاؤں چلے جاؤ تاکہ تم اپنے آبائی قبرستان پہنچ سکو"۔ شاہ صاحب فوراً روانہ ہوگئے اور اپنے گاؤں سے تین فرسنگ (۳میل) کے فاصلے پر تھا کہ اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ اس کے جاننے والے اس کا جنازہ اس کے بڑوں کے قبرستان لے گئے اور اسے وہیں دفن کیا گیا۔

صادق دوستوں میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ گرہوڑ سے ۲۰ فرسنگ (۲۰ میل) دور، ریگستان میں ہندوؤں کا ایک بت خانہ تھا جہاں ہر طرح کی برائیاں ہوتی تھیں۔ حضرت شیخؒ کا ہمیشہ سے ارادہ تھا کہ اس بت خانے کو کسی نہ کسی طرح مسمار کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخؒ لواری شریف جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ جاننے والے ان سے ملے جو لواری شریف ہی جا رہے تھے۔ انہوں نے حضرت شیخؒ کو بتایا کہ، "بت خانہ پہلے سے بھی زیادہ زوروں پر ہے"۔ یہ بات سن کر انہیں بہت جوش آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ، "واپس چلو اب یہ بت خانہ توڑنا ضروری ہو گیا ہے"۔ پھر ایک درویش کو اپنی طرف سے حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہٗ کی طرف روانہ کیا، جس نے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچ کر شیخؒ کے ارادے سے آگاہ کیا اور کہا جب میں یہاں آ رہا تھا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر بھی پڑھا تھا۔

جنہیں کن ٹوپایا کوڈ ماں تنہیں کھے کجاڑو
ماٹس ستاڑو پنس نالو کین کی

یعنی جس نے اپنی خوشی سے کان چھدوائے ہیں انہیں کیا اس کی ماں کون ہے اور اس کے باپ کا نام بھی کچھ نہیں ہے۔

شیخؒ یہ شعر پڑھنے کے بعد رونے لگے تھے لیکن مجھے رونا نہیں آیا۔ حضرت خواجہ

صاحب کو اس پیغام سننے کے بعد بہت افسوس ہوا اور فرمایا، ''حضرت شیخؒ نے اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا ہے''۔

حضرت شیخؒ نے گرہوڑ پہنچ کر منادی کروائی کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ہر نمازی کے لئے موقع ہے کہ اس میں شریک ہو کر خود کو سرخرو کرے۔ حضرت شیخؒ کے ہمراہ ساتھیوں کی تعداد اصحاب بدر جتنی تھی۔ جب آپ مشرکین کے قریب پہنچے تو پیغام بھجوایا کہ ''عبدالرحیمؒ تم لوگوں کے قریب پہنچ چکے ہیں اور منتظر ہیں کہ (تم لوگ) گمراہی چھوڑ کر اسلام کی طرف واپس لوٹ آؤ۔ اگر آزمائش لینا چاہتے ہو تو بھی یہ فقیر تیار ہے۔ دوسری صورت میں جہاد ہوگا''۔ بت پرستوں نے آپ کو دولت کی پیش کش کی جو آپ نے ٹھکرا دی۔ دوسری طرف مشرکین نے جنگ کا سامان جمع کرنا شروع کردیا۔ مقابلہ تو سامنے تھا۔ لیکن اتمام حجت کے لئے آپ نے چار شرائط پیش کیں کہ اگر ان میں ایک بھی قبول ہوئی تو فیصلہ آسان ہو جائے گا۔ وہ چار شرائط یہ تھیں۔

شرط اوّل:- ہندو سردار ہمارے پاس آئے، ہم اسے چالیس دن تک بغیر کھڑکیوں کے کمرے میں بند کر کے باہر سے قفل لگادیں گے۔ اسی طرح میں بھی بند کمرے میں چالیس دن تک اپنے آپ کو مقفّل رکھوں گا۔ اس دوران جو بھی مر گیا اس کا لشکر شکست تسلیم کرے گا۔

دوسری شرط:- ایک میدان مقرر کیا جائے۔ ہندو لشکر ایک طرف اور مسلم لشکر دوسری جانب کھڑا ہو۔ پھر میں اور ہندو سردار میدان میں تین مرتبہ ملہ (روایتی سندھی کشتی) لڑیں گے۔ اگر تینوں مرتبہ میں غالب ہوا تو اسے مسلمان ہونا پڑے گا ورنہ میں اس کا منکہ پہن کر تابع ہو جاؤں گا۔

تیسری شرط:- مجھے اور ہندو سر گروہ کو تمام لوگوں کے سامنے ترازوں میں تولا جائے، اگر وہ موٹاپے کی وجہ سے بھاری ہو تو میں اس کی تمام رسوم خود پر ہموار کروں گا۔ لیکن میں اپنی کمزوری کے باوجود اس سے زیادہ وزن دار ہوا تو اسے

مسلمان ہونا پڑے گا۔

چوتھی شرط:- ہندو اپنے بت کے سامنے اپنی رسومات اور راگ روپ ادا کریں۔ جب وہ جوش میں آ جائیں تو میں تنہا وہاں پہنچ جاؤں گا۔ پھر اگر وہ اپنا تصرف چلا کر مجھے اپنا بنالیں تو میں ان کی تابعداری قبول کروں گا یا میں ذکر کے حلقہ میں بیٹھتا ہوں۔ ہندوؤں کا سردار بھی تنہا وہاں آئے، وہ مجھ سے ابھی انیس قدم دور ہوگا تو بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جائے گا۔

پانچویں شرط:- جہاد ہے جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔

اس پیغام کے بعد آپ نے اپنے تمام رفقاؤں کو بلایا اور کہا کہ، ''اب کیا مشورہ دیتے ہو؟'' سب نے ایک آواز میں کہا کہ، ''صلاح ماھمہ آنست کہ آن تراست صلاح'' (یعنی ہم سب کا وہ ہی مشورہ ہے جو آپ کا مشورہ ہے)۔ آپ نے فرمایا کہ، ''ہمیں بھی یہی بات پسند ہے''۔ کفار نے چاروں شرائط قبول نہیں کیں اور جنگ شروع ہوگئی۔ جب خود جنگ پر روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نوجوان رامے تالپور کو بلند آواز سے بلایا اور کہا کہ ''بیا! وقت اوست'' (یعنی چلے آؤ آج تمہارا وقت ہے)۔ اس بات پر سب لوگوں کو تعجب ہوا۔ جنگ کے دوران رامے نے دیکھا کہ ہندوؤں کا سردار گھوڑے پر سوار ہاتھ میں نیزہ لے کر آ رہا تھا کہ اس نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ہندو سردار کے سینے پر بندوق داغ دی۔ جس کی وجہ سے وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ سردار کے مرنے کے بعد ہندو لشکر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے بت خانہ مسمار کر کے وہاں اذان دی اور تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا۔

حضرت شیخؒ نے اس پورے مقابلے میں اپنے ہاتھ سے کوئی بھی اسلحہ استعمال نہیں کیا اور نہ ہی غصے اور کسی کو کوسنے جیسے الفاظ ادا کئے۔ صرف ''ایاک نعبدو ایاک نستعین'' (یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) پڑھتے رہے۔ حضرت شیخؒ کو تلواروں اور نیزوں کے بہت زخم آئے، جن کی وجہ سے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ لیکن تعجب کی بات یہ

تھی کہ حضرت شیخؒ کو اتنے شدید اور گہرے زخم آئے تھے اس کے باوجود ان کے جسم مبارک سے لہو کی ایک بوند نہیں ٹپکی اور تمام گھاؤ سفید سفید نظر آرہے تھے۔آپ کی نعش مبارک کو وہاں سے گرہوڑ شریف لے گئے اور وہیں انہیں دفن کیا گیا۔ان کا روضہ میر احمد خان شاہوانی نے تعمیر کروایا ۔آپ کی شہادت کی تاریخ اس شعر سے نکلتی ہے۔

چوں تاریخ وصالش جستم از دل
جواب آمد، بحق خلوت گزیدہ

یعنی جب آپ کے وصال کی تاریخ کا دل سے پوچھا تو جواب ملا کہ،''وہ حق سے جا کر ملا''۔

حضرت مخدوم الاولیاء
قاضی احمدؒ (۱)

آپ ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں اس فانی جہاں میں تشریف لائے۔ آپ کے والد معظم خواجہ محمد صدیقؒ ایک خدا دوست، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ مخدوم احمد کا بچپن ہی سے فقر کی جانب رجحان تھا۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ علم کی تکمیل کے بعد آپ گاؤں لکی تعلقہ سیوہن کے مدرسے میں داخل ہوئے۔ فارغ ہوئے تو حکومت وقت نے آپ کو قضا کا منصب دیا، جس کی وجہ سے آپ ''قاضی'' کے لقب سے سے مشہور ہوئے۔ آپ فقہ پر اتنی دسترس رکھتے تھے کہ پورے ملک میں آپ کی فتوائیں چلتی تھیں۔

سلسلہء طریقت میں آپ کے بزرگ قادری مسلک سے وابستہ تھے۔ ابتداء میں مخدومؒ بھی اسی طریقہ پر کاربند تھے۔ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے ارادے سے اپنے گاؤں سے روانہ ہوئے۔ جب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لواری شریف کی حدود میں داخل ہوئے تو حضرت سلطان

---

(۱) آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ قاضی احمد بن محمد صدیق بن عبد السلام بن حاجی بن محمد صالح بن صابر بن حاجی احمد بن محمد بن سلطان بن علاؤ الدین بن حاجی بن احمد بن شیخ المشائخ حضرت سندو۔ حضرت قاضی احمدؒ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی خلافت کی وجہ سے خود آگے چل کر پیر طریقت ہوئے۔ آپ کے مریدان کا ایک وسیع حلقہ تھا۔ آپ کے چار بڑے خلفاء بہت مشہور ہوئے۔ (۱) سید نور محمد شاہ کنڈ اہیؒ، کھاہی کنڈا، تعلقہ نوشہرو فیروز، ضلع نوشہرو فیروز (۲) مخدوم عبد الواحدؒ، دریبلہ، ضلع نوشہرو فیروز (۳) سید عبد الکریم کھٹیؒ، پینگھارو، تعلقہ ہالہ، ضلع مٹیاری (۴) سید حسین شاہؒ (رتڑ چھتڑ۔ بھارتی پنجاب) نے آپ سے حاصل کیا ہوا فیض پورے برصغیر میں عام کیا اور آپ پیر طریقت کے اس مقام پر پہنچے کے خود آپ کے ۳۶۰ خلفاء ہوئے۔

الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہ' سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ آپ کی شہرت سے مخدومؒ صاحب پہلے ہی آ گاہ تھے۔ آپ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ' کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی ملاقات سے مخدومؒ اس حد تک متاثر ہوئے کہ فوراً مرید بننے کی خواہش ظاہر کی، اور شوقِ خدمت سے مغلوب ہو کر عرض کی کہ "طریقہ عالیہ میں داخل ہونے کا بے حد شوق ہے البتہ اس وقت حج کے ارادے سے نکلا ہوں۔ واپسی میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سعادت حاصل کروں گا"۔ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "آپ کا ارادہ بہت ہی نیک ہے شوق سے جائیں لیکن اس کے اہل بن کر جائیں"۔ حضرت مخدومؒ سوچ میں پڑ گئے۔ حضرت سلطان الاولیاء نے کہ فرمایا کہ "جانے والے میں کم از کم اتنی تو صلاحیت ہونی چاہئے کہ وہاں جا کر اپنی آنکھوں سے حقیقت کعبوی کا مشاہدہ کر سکے اور جب مدینے شریف حاضر ہو تو وہاں وہ پہچانا جائے"۔ مخدوم صاحبؒ نے جب یہ کلمات سنے تو حج کا ارادہ ملتوی کر دیا اور آپ کی خدمت میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مخدومؒ صاحب فرماتے ہیں "میں نے حضرت سلطان الاولیاء کو بے حد مہربان پایا۔ تین دن تک متواتر احقر کو خصوصی توجہات اور شاہانہ عنایات سے بے حساب نوازا اور آپ کی توجہ سے مجھے وہ علم و عرفان حاصل ہوا، جو مجھے سال ہا سال کی ریاضت اور عبادت سے بھی حاصل نہ ہوتا اور تین دن کے عرصے میں مجھے اناڑی سے کامل بنا دیا"۔

حضرت مخدومؒ صاحب حج کے سفر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "حج پر جانے سے پہلے میں نے حضرت قدس سرہ' سے پوچھا کہ مرشد مصیبت میں بھی کام آ سکتے ہیں؟ جواب میں آپ نے حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھا کہ

دراں غوغا کہ کس کس را نہ پرسد
من از پیر مغاں منت پذیرم

یعنی شور و غل میں کوئی بھی کسی کو نہیں پوچھتا میں اس وقت اپنے
پیر مغاں کی منت و سماجت کر رہا ہوں

جہاز پر سوار تھا کہ اچانک ایک دن مسافروں کی چیخ و پکار سنائی دی۔ حالانکہ میں

مراقبے میں مصروف تھا، لیکن شوروغوغا اس قدر زیادہ تھا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ باہر آیا تو معلوم ہوا کہ جہاز کو آگ لگ گئی ہے اور تمام لوگوں کی زندگیاں خطرے میں ہیں۔ یہ حال دیکھ کر میں سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی طرف متوجہ ہوا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آگ کے شعلے بجھنے لگے اور جہاز سلامتی سے کنارے سے آ کر لگ گیا۔ یہاں سے کچھ فاصلہ پیدل طے کرنا تھا، ایک دن رفیقوں سے علیحدہ ہو کر پہاڑ کے دامن میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک کچھ بدوی تلواریں ہاتھوں میں لئے میرے سامنے آ گئے۔ پیسے تو میرے پاس تھے نہیں لیکن زندگی تو پیاری ہوتی ہے۔ میں ڈرنے لگا۔ مدد کے لئے فوراً حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی اثنا میں بدوی بالکل میرے قریب آ گئے۔ میں نے ہمت کر کے انہیں السلام علیکم کہا۔ ایک بدوی جو سب سے آگے تھا اس نے وعلیکم السلام کہا اور باقی سب خاموشی سے میرے قریب سے گزر گئے۔ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ نے دونوں مصیبت کے موقعوں پر میری مدد فرمائی''۔

حج کے بعد حضرت مخدومؒ واپس لواری شریف آئے اور بہت سال حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں گزارے۔

حضرت مخدومؒ کی عمر سو سال سے زیادہ تھی۔ حضرت مخدومؒ صاحب نے ۱۶ ذیقعد ۱۲۲۳ھ مطابق ۳ فروری ۱۸۰۹ء میں وصال فرمایا۔ آپ کے وصال کی تاریخ اس عبارت سے نکلتی ہے۔

شاہ شمس جہاں بود سایہ فردوس

یعنی دنیا کے سورج کا بادشاہ تھا اور جنت کا سایہ

آپ کا روضہ مبارک آپ کے ہی آباد کئے ہوئے گاؤں قاضی احمد میں واقع ہے۔

حضرت ابو طالب اگھمیؒ

آپ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ٬ کے چار خلفاء میں سے ایک تھے۔ آپ کو ارشاد کی اجازت بھی ملی ہوئی تھی۔ لیکن مشکل سے ہی کسی کو ارشاد دیا۔ کہتے ہیں کہ صرف دو افراد کو تلقین دی۔ جن دو صاحبان کو تلقین دی، ان میں سے ایک میر محمد مدنیؒ تھے، جن کی بزرگی اور علمیت کی شہرت مختلف ممالک میں ہے۔ شیخ ابو طالبؒ اپنی شہرت کو انتہائی ناپسند فرماتے تھے۔ مویشی چراتے تھے اور اون کاتتے تھے۔ اسی سے ہی گزر اوقات کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ٬ کے وصال کے وقت حافظ ہدایتؒ موجود نہیں تھے٬ لیکن دو گھنٹوں کے بعد آ کر حاضر ہوئے۔ آتے ہی شیخ ابو طالبؒ سے کہا کہ، ''تمہیں مرے ہوئے لوگوں کو زندہ کرنے کی قوت ملی ہوئی ہے ہمت کرو کہ آپ قدس سرہ٬ پھر زندہ ہو جائیں''۔ اس پر خواجہ ابو طالبؒ نے کہا کہ، ''حق سبحانہ٬ کی رضا یہ ہی ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور مرشد کی برکت سے اتنی طاقت رکھتا ہوں کہ اگر توجہ کروں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک گزرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں اور اپنے سرزمین سے باہر نکال کر کھڑے ہو جائیں''۔

ایک عزیز کہتے ہیں کہ، ''ایک دن میں حاجی محمد صالح کھڑائیؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آپ ہنسنے لگے۔ اس کی وجہ پوچھی، میری طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ، ''اس وقت شیخ ابو طالب اگھمیؒ کا حال دیکھ رہا تھا، جس کی وجہ سے ہنسی آ گئی۔ ان کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ دریا پر مچھلی کے شکار کے لئے بھی گئے تھے، لیکن ابھی تک کوئی شکار بھی ہاتھ نہیں آیا ہے۔ فرشتے دنیا کو سجا کر ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ لیکن وہ گردن ہلا کر انکار کر رہے ہیں، اگر وہ دنیا کو ان کے سیدھے طرف لاتے ہیں تو اپنے سر کو الٹی جانب گھما دیتے ہیں اور اگر الٹی طرف لاتے ہیں تو وہ اپنا سر سیدھی طرف کر دیتے ہیں''۔

آپ کا مزار مقدس سعید پور ضلع حیدر آباد، سندھ میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت محمد صالح کھڑائیؒ

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے اصحاب میں ان جیسا صاحب کرامات مشکل ہی سے ملے گا۔ جرأت والے، دانا اور محسن مرد تھے۔ ایک عزیز نقل کرتے ہیں کہ، ''یہ درویش اپنے بہت سارے رفقاء کے ساتھ لواری شریف آ رہے تھے کہ راستے میں ایک شہر کے باہر کچھ لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں میر غلام علی تالپور بھی موجود تھے جو بعد میں سندھ کے حکمران بنے۔ بچوں میں سے غلام علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اس بچے کی قسمت نظر آ رہی ہے۔ شاید ملک کا والی بنے، لیکن اس کے اعمال نامے میں کوئی چیز نظر نہیں آتی''۔

آپ کے بڑے بیٹے شیخ سیف الدین کہتے تھے کہ، ''میرے والد صاحب نے کبھی لواری شریف کی طرف پاؤں دراز نہیں کیئے چاہے وہ سفر میں ہوں یا گھر میں۔ ان کا یہ انداز کبھی بھی تبدیل نہیں ہوا۔ ایک دن میں نے ان سے کہا اس وقت تو ایسا کرنا آسان ہے لیکن مرنے کے بعد کیا کریں گے۔ کہنے لگے کہ، ''اس وقت بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ خدا تعالیٰ مجھے اپنی امان میں رکھے گا۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جب موت آئے گی اس وقت زمانے والے دیکھیں گے اور تعجب کریں گے۔ بے شک جب شیخؒ نے رحلت کی تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ مراقبے میں تھے''۔

حضرت شیخ حافظ طاہرؒ

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے اصحاب میں سے یہ درویش بڑی معرفت کے صاحب تھے۔ ایک مرتبہ شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ نے ان کو پیغام پہنچایا کہ ''حق پاک اور تمھارے درمیان ایک ڈور جتنا حجاب ہے، آؤ تو اسے بھی توڑ دیں''۔ جواب بھجوایا کہ ''یہ ڈور خود بخود منقطع ہوگئی ہے''۔

ایک عزیز نے بتایا کہ ''ایک مرتبہ قحط پڑ گیا اور برسات کی ایک بوند بھی نہیں برسی۔ لوگ پریشان ہونے لگے۔ مجھے آگے کر کے شیخ طاہرؒ کے پاس لے گئے۔ میں نے شیخؒ سے کہا کہ ''دعا کرنی چاہئے''۔ آپ نے جواب دیا کہ ''میری جھونپڑی نئی کر دو''۔ میں نے لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا۔ ہم سب نے مل کر شیخؒ کی جھونپڑی کو نیا کر دیا۔ ابھی ہم اس کام سے فارغ ہو کر جا ہی رہے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ میں پھر شیخؒ کے پاس گیا اور عرض کی کہ ''کیا آپ کی پرانی جھونپڑی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو روکے ہوئے تھی''؟ آپ نے ہنس کر فرمایا، ''ایسے تو نہیں ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ دعا کی بہت ضرورت ہے اور میں نے خیال کیا کہ لوگ بہت غریب ہیں، اس لئے اپنی جھونپڑی کی مرمت سے اشارہ کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی تھوڑی ہی خدمت کو بہت سمجھتے ہیں''۔ پھر مجھے یہ بات سمجھ میں آئی اور یہ صحیح ثابت ہوئی۔

عبدالرحمان بن قاسم کہتا ہے کہ ''حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ ''اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو مجھے یاد کرنا''۔ کچھ وقت کے بعد مجھے شاہ بندر جانے کا اتفاق ہوا۔ انجان تھا، سفر پانی کا تھا اور دریا میں بھی سیلابی کیفیت تھی۔ وہاں سے گزرنا بھی ضروری تھا۔ رات ہو چکی تھی اس لئے میرا دل ڈوبنے لگا اِسی دوران مجھے شیخؒ کی بات یاد آئی تو دل سے انہیں یاد کیا۔ قدرت الٰہی سے اچانک ایک آدمی نمودار ہوا اور مجھے حوصلہ دیا، راستہ دکھایا، کچھ

فاصلہ چلا ہی تھا کہ مجھے ایک ٹیلہ نظر آیا۔ میں اس پر چڑھ گیا، چند لمحوں کے بعد وہی شخص دودھ کا برتن اور روٹیاں لے کر آیا اور کہا کہ، "صبح کو برتن یہیں چھوڑ کر جانا، میں خود ہی لے جاؤں گا، تم اس طرف چلے جانا' اس جانب خشکی زیادہ ہے"۔ صبح کو اٹھا، دودھ کے برتن کو غور سے دیکھا تو اس پر حاجی طاہرؒ کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس پر یقین ہوا کہ رات حاجی طاہرؒ خود تشریف لائے تھے۔ بہت عرصے کے بعد جب ایک مرتبہ پھر ملے تو شیخؒ نے مجھ سے پوچھا کہ، "ہمارے دودھ والے برتن کو کیا کیا"۔ مجھے واقعہ یاد آ گیا۔ شیخؒ نے ہنس کر کہا کہ، "ہم اپنے برتن لے آئے تھے"۔

حضرت شیخ شعیب کچھیؒ

یہ شیخؒ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہ' کی خدمت اور محبت میں بھی خاصہ وقت گزارا۔ حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہ' کے حکم پر ''کچھ'' منتقل ہوگئے، اس لئے اپنی زندگی کے آخری ایام وہیں گزارے، جہاں انہیں ''پیر پکھڑیو'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

شیخؒ کے ایک خادم نے روایت کی کہ، ''حضرت شیخؒ کے پاس ایک بھیڑ تھی، جسے محلے والوں نے کاٹ کھالیا، شیخؒ نے محلے والوں کو بلا کر بھیڑ کے متعلق پوچھا۔ سب نے انکار کیا کہ انہیں ان کی بھیڑ کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ شیخؒ نے مجبور ہو کر اپنی بھیڑ کو پکارا، قدرت الٰہی، ان لوگوں میں سے گیارہ آدمی جو بھیڑ کا گوشت کھا چکے تھے، بھیڑ کی آوازیں نکالنے لگے۔ سب لوگ حیران ہوئے۔ ان گیارہ آدمیوں کے عزیز گیارہ بھیڑیں لے آئے اور ان چور لوگوں کی طرف سے معافی مانگی اور معذرت کرنے لگے۔ شیخؒ نے ان میں سے صرف ایک بھیڑ لی اور چوروں کو معاف کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنی اصلی حالت میں آئے''۔

شیخؒ کے خادموں میں سے ایک خادم کہتے ہیں کہ، ''۸ ذی الحج کو میں بڑی حسرت سے شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دکھ سے کہا کہ، ''کل سارے جہاں کے لوگ عرفات میں جمع ہوں گے''۔ شیخؒ نے پوچھا کہ، ''کیا تمہیں حج پر جانے کا شوق ہے''۔ عرض کی ''جی ہاں''۔ شیخؒ کے پاس ایک چھکڑا گاڑی تھی جو دروازے کے باہر پڑی رہتی تھی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ، ''یہ ہماری کشتی ہے، رات کو اس پر سو جانا، تمہیں عرفات کے میدان میں پہنچا دے گی''۔ میں نے دل میں سوچا کہ شیخ شاید مجھے ٹال رہے ہیں۔ خیر رات ہوئی، میں باہر جا کر اس چھکڑا گاڑی میں سو گیا۔ صبح کو آنکھ کھلی تو خود کو میدانِ عرفات میں پایا۔ حج کے تمام ارکان ادا کئے اور پھر

اسی طرح واپس اسی چھکڑے پر اپنے گاؤں پہنچ گیا۔ شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ، ''کیوں ہماری کشتی تیز تھی نا''۔

آپ کا وصال ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ء میں ہوا۔ آپ کے مقبرے پر خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے اور اس کے گرد خوش نما قلعہ بنا ہوا ہے۔ شعیب کچھیؒ حضرت خواجہ محبوب الصمد قدس سرہ' کے حکم پر ''کچھ'' ہجرت کر گئے اور اسی نسبت سے ''کچھی'' کہلائے۔ آپ کا مقبرہ بھی کچھ میں ہے۔

حضرت خواجہ علی محمد مجذوبؒ

شیخ سدھا تورہؒ کہتے ہیں کہ، ''یہ مجذوبؒ کہا کرتے تھے کہ مستی اور ہشیاری دونوں میرے بس میں ہیں۔ جس حال میں بھی چاہوں رہ سکتا ہوں۔ لیکن مستی (مجذوبیت) کی کیفیت میں خوش ہوں''۔

روایت ہے کہ شیخ مجذوبؒ کو گڑ سے بھری روٹیاں کھانے کا بڑا شوق تھا۔ اس وقت کے لوگوں کو علم تھا کہ شیخؒ کو گڑ بھری روٹیاں کھلا کر خوش کیا گیا تو شیخؒ ان کے مقاصد کی تکمیل کی بشارت دیں گے۔ خصوصاً اولاد کا ہونا، کسی گم شدہ چیز کا ملنا، ان باتوں کے لئے خود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسیلہ سمجھتے تھے۔ ان کی یہ بات اتنی مشہور ہے کہ آج تک لواری شریف کے مرید اپنی ان مشکلات کے حل کے لئے شیخؒ کی روح کو میٹھی (گڑ بھری) روٹیوں کا ختم دلاتے ہیں۔

مرغوب الاحباب کے مولف کہتے ہیں کہ، ''میرے والد نے بتایا کہ مدد خان پٹھان کی لوٹ مار کے زمانے میں لوگ شہروں کو چھوڑ کر ریگستانوں کی طرف بھاگ گئے۔ اس افراتفری میں میرے تین اونٹ گم ہو گئے۔ بہت تلاش کئے لیکن کوئی پتہ نہیں چلا۔ پھر گڑ کی میٹھی روٹیاں پکوا کر ان میں بہت سارا گھی ڈال کر حضرت شیخؒ کی خدمت میں پیش کیں۔ شیخؒ نے کہا کہ، ''تمہارا کام ہو گیا''۔ ابھی شیخؒ نے روٹی کا ایک نوالہ ہی لیا تھا کہ میں نے کہا کہ، ''اونٹ آج رات کو پہنچ جائیں تو اچھا ہوگا''۔ پھر شیخؒ نے منہ میں ڈالا ہوا نوالہ پھینک دیا اور فرمایا کہ، ''میں آج رات ہی تمہارے اونٹ پہنچا دوں گا''۔ اس کے بعد روٹیاں کھائیں۔ روٹیاں کھانے کے بعد کہا کہ، ''بہت تھک گیا ہوں''۔ میں نے شیخ مجذوبؒ کی بات پر یقین کیا اور رات کو بے فکر سو گیا۔ علی الصباح کسی نے دروازے پر آواز دی۔ باہر نکل کر دیکھا تو میرا چچازاد بھائی، جس کا نام بہار تھا، تینوں اونٹ لئے کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ، ''یہ اونٹ کہاں سے لائے ہو''۔ اس نے جواب دیا کہ، ''صبح کو میری ایک

اونٹنی ایسے ہی بدک کر بھاگ گئی۔ میں اس کے پیچھے گیا تو دیکھا کہ یہ تینوں اونٹ کھڑے ہیں ،ان کو لے کر یہاں آ گیا ہوں''۔

شیخ مجذوبؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام عمرکوٹ میں گزارے۔ ایک دن لانبہ حوض کے کنارے پر دوڑنے لگے اور کہنے لگے کہ،''یہاں سے غوطہ لگا کر لواری شریف جا کر پہنچوں گا''۔ دوڑتے دوڑتے تالاب میں گر گئے اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ انہیں تالاب کے کنارے پر دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت انکی عمر صرف ۳۰ سال تھی۔

حضرت شیخ محمد رح

یہ شیخ ؒ مجذوب تھے اور خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے طالبان میں سے تھے۔ اکثر وقت میدانوں اور بیابانوں میں گزارتے تھے۔ ایک مرتبہ بارہ سال تک بالکل خاموش رہے اور ایک لفظ بھی نہ بولے، اس کے بعد پھر بولنے لگے۔

خود کہتے تھے کہ، ''مجھے تین چیزیں عطا کی گئیں ہیں۔ ایک تو سارے جہاں کے حال کا علم رہتا ہے۔ دنیا کے ذرے ذرے کا مجھے علم ہے۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کے دلوں میں جو خدشے اور خطرے خواہ امیدیں پیدا ہوتی ہیں ان سب سے آگاہی ہے۔ تیسرے یہ کہ مجھے اتنی روحانی قوت ملی ہوئی ہے کہ جس جگہ چاہوں وہاں اپنے جسم سے جا کر جو کام کرنا چاہوں پورا کر سکتا ہوں''۔

حضرت شیخ محمود مجذوب رح

حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ' کے مجذوب درویشوں کے یہ سردار تھے۔ زیادہ عرصہ ہالاکنڈی کے قصبے میں گزارتے تھے۔غرض مند لوگ، قسم قسم کے طعام اور میوے خوانچوں میں بھر کر ان کے راستے میں کھڑے ہو جاتے تھے۔اس خیال سے کہ شاید یہ فقیر کچھ اٹھا کر کھالے۔اگر کسی شخص کی کوئی چیز اٹھا کر کھالیتے تھے تو اس کا مدعا پورا ہو جاتا تھا۔اور اس کا کام اس کی مرضی کے مطابق ہو جاتا تھا۔

حضرت شیخ محمد مومنؒ

خواجہ مومنؒ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ' کے اصحاب میں سے بڑی منزل والے تھے۔

ایک دن حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک درویش اندر آئے اور عرض کی کہ ''بیٹھک میں میری ایک چادر رکھی ہوئی تھی، جواب گم ہوگئی ہے۔ بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہیں چلتا''۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' نے شیخ مومنؒ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ''اس فقیر کا کام کرنا چاہئے''۔ شیخ مومنؒ فوراً خانقاہ شریف سے اٹھے اور باہر نکل گئے اور اسی لمحے واپس آئے، ان کے ہاتھوں میں وہ چادر تھی جو گم ہوگئی تھی۔ آپ نے وہ چادر درویش کے حوالے کی۔ جو لوگ وہاں موجود تھے، ان میں سے بہت سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ چادر شیخ مومنؒ کے پاس ہی تھی جو اتنی جلدی لے آئے۔ جب حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' حویلی تشریف لے گئے، تب ان لوگوں نے شیخ مومنؒ کو پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ ''آپ نے خواہ مخواہ بیچارے درویش کو پریشان کیا''۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے، میں انجان تو نہیں ہوں جو درویش کی چادر چھپاؤں گا۔ لیکن جب آپ نے میری طرف دیکھا، تو میں باہر آیا، پھر ساری زمین کو اندر کی آنکھ سے دیکھا۔ پتہ چلا کہ ایک شخص یہ چادر لے کر جا رہا ہے۔ چلتے ہوئے وہ بہاؤالدین کے گاؤں تک پہنچ گیا تھا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس چادر کو اس کے شانے سے کھینچ لیا''۔

حضرت شیخ الیاس رح

یہ حضرت بھی خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے اصحاب میں سے ہیں اور حضرت محبوب الصمد قدس سرہ' کے ساتھ بھی خاصہ وقت گزارا۔ عجیب مشرب رکھنے والے تھے، حالانکہ جسم میں لاغر اور عمر میں بڑے تھے۔ زندگی کے اواخر میں نظر کا عارضہ بھی لاحق ہوا۔ اس کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ان کے سامنے نہیں بول سکتا تھا۔ ''ولایت کبریٰ'' کی منزل پر پہنچے ہوئے تھے۔ ان کی وفات کا سنہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۶ء ہے۔ ان کا مقبرہ پلیجا شہر کے شمال والے قبرستان میں ہے۔

حضرت شیخ عیسیٰ دشتی رح

یہ درویش ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جو اونٹ چرانے گئے تھے۔ یہاں اس واقعہ کی طرف نشاندہی کی گئی ہے جس میں حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کو ایک شخص نے ایک اونٹ بطور نذرانہ بھجوایا تھا۔ آپ نے مسکرا کر یہ نذرانہ درویشوں کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اس کی نگہبانی کریں ایسا نہ ہو کہ اونٹ چلا جائے''۔ المقصد آٹھ درویشوں نے اونٹ کی نگہداشت کا ذمہ اٹھایا۔ پیلو کے درخت کا وافر چارا اونٹ کے سامنے ڈال دیا اور اپنی عادت کے مطابق اونٹ کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبے میں بیٹھ گئے اور فنا کے درمیان میں ایسے محو ہوئے کہ ان کی پوری رات اسی کیفیت میں گزر گئی۔ اس دوران اونٹ وہاں سے چل پڑا' اور جب درویش مراقبے سے فارغ ہوئے تو ان کا اونٹ گم ہوگیا تھا۔ یہ استغراق کے صاحب تھے۔ زیادہ وقت محویت کے عالم میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ پورے نو ماہ ایک ہی درخت کے نیچے مراقبے میں بیٹھے رہے۔ اس دوران نہ کچھ کھایا اور نہ ہی پیا۔ جب امر الٰہی ہوا تو مراقبے سے اٹھے۔ میر نور علیؒ کو کہا کہ ''تم تو ابھی ذکر کے وصف سے بھی باہر نہیں نکلے ہو''۔

ان کی رحلت سنہ ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء میں ہوئی۔ پہلے انہیں راستے میں دفن کیا گیا۔ بعد میں شیخ سدھا تورہؒ انہیں وہاں سے اٹھا کر، جہاں اب مدفون ہیں، وہاں دفن کروایا۔ ان کا جسم مبارک نو ماہ گزرنے کے باوجود بھی سالم تھا۔ یہاں تک کہ ان کا شکم مبارک بھی صحیح سلامت تھا۔

ایک فقیر نے بتایا کہ زندگی میں، میں ان کی خدمت کرتا تھا۔ نو ماہ کے بعد جب انہیں نئی جگہ پر رکھنے لگے تو یوں محسوس ہوا کہ آپ کا شکم مبارک ایسا تھا، جیسے ایک زندہ انسان کا ہوتا ہے۔ آپ کے کفن کی چادر بھی سلامت تھی''۔ شیخ سدھا تورہؒ کہتے تھے کہ،

''حضرت شیخؒ اس مدفن پر خوش نہیں تھے۔ جب ان کی خواہش کے مطابق دوسری جگہ دفن کریں گے تو بہت زیادہ برسات برسے گی''۔ اور ہوا بھی ایسے، کہ ابھی دفن کرنے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے تو برسات برسنے لگی۔ (۱)

(۱) آپ کا مزار عمر کوٹ تعلقہ (ضلع تھرپارکر) کے چیٹہ نامی مقام پر پرانے دریا کے کنارے پر موجود ہے۔

حضرت شیخ سدھا تورہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سدھا تورہؒ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے خاص مصاحبین میں سے تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں حضرت کی خدمت میں فیض کی طلب میں آئے تھے۔ شیخ عیسی دشتیؒ کہتے تھے کہ،''سدھا تورہؒ بادشاہ ہے، ان کے گناہ بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب ہیں''۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کے وصال کے بعد حضرت شیخؒ بہت پریشان رہنے لگے اور اس پریشانی کے عالم میں بے خبر ہو کر سفر پر نکل پڑے۔ سفر میں حضرت خواجہ صفی اللہؒ کو دیکھا۔ خواجہ صفی اللہؒ کابل افغانستان کے رہنے والے تھے، آپ کو خواجہ صفی اللہ کابلی بھی کہتے تھے۔ مولوی ہاشم کا پوتا ابراہیم ٹھٹوی آپ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے انہیں پہچان لیا اور بلا کر کہا کہ،''اگر میرے ساتھ تھوڑی سی صحبت کر لو تو تمہیں ارشاد کی اجازت دے دوں''۔ لیکن شیخؒ کے دل نے قبول نہیں کیا اور سفر جاری رکھا۔ اس سفر کے دوران شیخ حاجی فقیر اللہ علوی شکار پوریؒ (۱) کے پاس پہنچے، لیکن وہاں بھی انہیں آرام نہیں ملا۔

اپنے سفر کا ایک واقعہ بتاتے تھے کہ،''جیسلمیر میں ایک شخص کو دیکھا، جس نے ہندوؤں کا لباس پہن رکھا تھا اور بڑھئی کا کام کر رہا تھا۔ مجھے پہچان کر خود ہی بلا کر اپنے پاس

---

(۱) شاہ فقیر اللہ علوی بن عبدالرحمان کی ولادت گیارہویں صدی کے ابتدا میں جلال آباد (افغانستان) کے علاقے روتاس میں ہوئی۔ ظاہری علوم کی تکمیل افغانستان اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ نقشبند میں آپ کی بیعت شیخ آدم بنوریؒ کے مرید شیخ محمد سعیدؒ کے خلیفہ شیخ محمد مسعودؒ سے تھی۔ مختلف ممالک کی سیاحت کے بعد آپ نے سنہ ۱۱۵۰ھ میں سندھ کے شہر شکارپور میں سکونت اختیار کی۔ جہاں ۳ صفر ۱۱۹۵ھ کو وفات پائی۔ عربی، فارسی اور پشتو میں شعر کہتے تھے۔ تصوف میں ''مکتوبات علوی'' آپ کی خاص تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ۱۷ کتابیں اور بھی ہیں۔

بٹھایا۔ شام کو مجھے اپنے گھر لے گیا، ہندوؤں کا لباس اتار کر مسلمان کا لباس پہن لیا' پھر ہم دونوں نے مل کر نماز ادا کی۔ میں عشاء کی نماز کے بعد سو گیا لیکن جاگ سا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس شخص نے عشاء کے بعد مراقبہ کیا اور اسی مراقبے میں صبح تک رہا۔ فجر کے وقت میں بھی اٹھا اور ہم دونوں نے مل کر نماز ادا کی۔ اس نے پھر وہی ہندوؤں والے کپڑے پہن لئے۔ دن کو میں نے اس شخص سے اجازت لی۔ مجھے خدا حافظ کہتے ہوئے کہا کہ، ''تیرے دل میں تین باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تمہیں کب آرام اور قلب کا سکون ملے گا۔ دوسری یہ کہ تمہارا خیال ہے کہ تم ایک فقیر ہو' اس لئے تمہیں کون رشتہ دے گا۔ تیسری یہ کہ تیرے دل میں یہ خطرہ ہے کہ میں (ہندوؤں کے لباس والا شخص) جب مروں گا تو مجھے لباس کی نسبت سے چتا میں جلا دیں گے۔ ان تینوں باتوں کے جواب یہ ہیں۔

لواری شریف کے علاوہ تمہیں دوسری کسی جگہ سکون نہیں ملے گا۔ تمہارے رشتے داروں میں سے فلاں، بیٹی فلاں کے ساتھ تیری شادی ہوگی اور اس سے تمہیں ایک بیٹا ہوگا' وہ بھی تمہاری طرح صاحبِ کمال ہوگا۔ اگر تم یقین کرلو کہ یہ دونوں باتیں سچ ثابت ہوں گی تو یقین جانو کہ میں بھی آگ میں نہیں جلوں گا، فرشتے آئیں گے جو آکر میرے جنازے کو دفن کریں گے اور ایک کافر کا جنازہ مسلمانوں کے لباس میں میرے بدلے میں آکر جلائیں گے''۔ پھر جب اس کی پہلی دو باتیں صحیح ثابت ہوئیں تو مجھے یقین ہے کہ تیسری بات بھی سچ ثابت ہوئی ہوگی''۔

اسی سفر کے دوران شیخ سدھا تورہؒ نے ایک صوفی قلندر کو دیکھا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ، ''ہم نے آپس میں بات چیت تو نہیں کی لیکن میں نے دیکھا کہ فنا کے صاحب تھے''۔

سفر سے واپسی کے بعد شیخ سدھا تورہؒ شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ کے پاس آکر رہے۔ ان کے آنے سے شیخ گرہوڑیؒ نے ان کی بہت خاطر کی اور فرمایا کہ، ''آج رات حضرت رسول مقبول ﷺ نے شیخ سدھا تورہؒ کی سفارش کی تھی''۔

شیخ سدھا تورہؒ فرماتے تھے کہ، ''جس طرح انسان مسلمان اور کافر ہیں' اسی طرح

زمین بھی مسلمان اور کافر ہے۔ مجھے خوف رہتا تھا کہ کہیں مرنے کے بعد کسی کافر زمین میں دفن نہ ہو جاؤں۔ بہت عرصے تک اسی طرح پریشانی میں تھا کہ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے مجھے مسلمان زمین دکھائی اور وہ جگہ بھی دکھائی جہاں مجھے دفن ہونا ہے''۔

آخر عمر میں ایسی واردات نازل ہوئی تھی کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں اور اونچی آوازیں نکالنے لگتے تھے۔ خود کہتے تھے کہ ''شیخ گرہوڑیؒ نے مجھے کہا کہ میرا حال تم پر آئے گا۔ اس وقت یہ حال وارد ہے۔ اس لئے یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا، بعد میں مرشد کریم کی ہمت اور برکت سے اس حال میں سے نکل آیا ہوں''۔

ان کی وفات ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں ہوئی۔ ان کا مقبرہ اسی زمین پر ہے جو انہیں دکھائی گئی تھی۔ آپ کہتے تھے کہ ''اگر کسی بھی شخص کو میرے قرب وجوار میں دفن کیا گیا تو اسے میں جناب سرورِ عالم ﷺ کے حضور پہنچاؤں گا۔ باقی شفاعت کرنا آپ کا کام ہے''۔

تمت بالخیر